محبت

رافعہ اعجاز



قفس محبت

رافعہ اعجاز



زندگی میں کئی مواقع ایسے آئے تھے جب اسے زندگی بہت بری لگی تھی بے مقصد لگی تھی، لیکن ہر بار حیدر ہی اس کے لئے روشنی کا ذریعہ بنا تھا، ایسی روشنی جو سیدھا راستہ کھاتی ہو حیدر کے ساتھ اس کی دلی وابستگی تھی جبکہ رخشندہ ناز کو بھی حیدر کے انکار کا خدشہ تھا لیکن انہیں یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں شاہ زین حیدر کے کان نہ بھر دے یا پھر اسے سب کچھ سچ سچ نہ بتا دے، جب رخشندہ ناز نے اسے اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ جانے نہیں دیا تو پھر وہ حیدر کو کیسے جانے دے گا لیکن رخشندہ ناز کے لئے یہ بات بھی بڑی حیران کن تھی کہ شاہ زین نے حیدر کو کیوں کچھ نہیں بتایا؟ اس بار شاہ زین کی خاموشی ان کی سمجھ سے بالاتر تھی، وہ تو دل کی بھڑاس نکال دینے والا فوراً ردعمل ظاہر کرنے والا انسان تھا پھر یہ مسلسل خاموشی ان کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی جبکہ شاہ زین کے حیدر کے ساتھ تعلقات بھی معمول کے مطابق خوشگوار تھے۔

"کھانا تو کھا لو۔" حیدر نے کھانے کی ٹرے شاہ زین کے سامنے بیڈ پر رکھی اور سامنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"نہیں بھوک نہیں ہے۔" شاہ زین نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے آنکھیں موند لیں، سر میں ابھی بھی ہلکا ہلکا درد ہو رہا تھا، اگرچہ زخم کچھ بھرا تھا لیکن تکلیف ابھی تھی۔

"کھانا نہیں کھاؤ گے تو میڈیسن کیسے لو گے۔" حیدر نے پلیٹ میں کھانا ڈالتے ہوئے کہا۔

"یار بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا۔" شاہ زین بولا تو حیدر نے پلیٹ واپس ٹرے میں رکھ دی۔

"زین تم ڈرنک کب سے کرتے ہو؟"

مکمل ناول



"نہیں میں نہیں کرتا۔" شاہ زین نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا، حیدر اسے جانچتی نظروں سے دیکھ رہا تھا، شاہ زین نے اس کے ہاتھ خاموشی سے ٹرے سے پلیٹ اٹھالی۔

"پھر تم نے کہاں سے لی تھی؟"

"کبھی کبھی خود سے دور ہونا اچھا لگتا ہے۔" شاہ زین نے واپس آنکھیں موند لیں اور سر میں اٹھتی درد کی ہلکی ٹیس محسوس کرنے لگا۔

"زیادہ فلسفہ جھاڑنے کی ضرورت نہیں۔" حیدر نے اسے ڈانٹا تو شاہ زین کو اس کی اس ڈانٹ پر ٹوٹ کر پیار آیا، اس نے آنکھیں کھول دیں اور ہلکا سا مسکرا دیا۔

"کھانا کھاؤ۔" شاہ زین نے مسکرا کر پلیٹ حیدر کو تھمائی اور اپنے لئے دوسری پلیٹ میں کھانا نکالا، حیدر نے خاموشی سے پلیٹ تھام لی تھی، شاہ زین دھیرے دھیرے سے کھانا کھانے لگا تھا۔

اگرچہ شاہ زین کا بالکل دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن وہ حیدر کے اس اصرار اور پھر اپنے پیار کی وجہ سے انکار بھی نہیں کر سکا تھا اور خود ہی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا لیا تھا۔

"ایسی کیا بات ہے جو تم مجھے نہیں بتانا چاہتے۔" حیدر کچھ دیر کے بعد بولا تو اس کا لہجہ نرم تھا، شاہ زین کا ہاتھ رک گیا۔

"ایسی کوئی خاص بات ہے ہی نہیں تو پھر بتاؤں کیا؟ بس معمول کے مطابق پاپا سے اور رخشندہ ناز سے لڑائی ہو گئی تھی اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔" شاہ زین نے ٹالتے ہوئے کہا، حیدر جانتا تھا کہ کوئی معمولی بات نہیں تھی لیکن غیر معمولی کیا تھا کوئی بھی اسے نہیں بتا رہا تھا۔

"زین کیا تم اور ماما آپس کی اس لڑائی کو ختم نہیں کر سکتے؟ کب تک چلے گی یہ دشمنی؟" حیدر بے بسی سے بولا۔

"جب تم جانتے ہو کہ اس کا کوئی اینڈ نہیں پھر پوچھتے کیوں ہو؟" شاہ زین صاف گوئی سے بولا، حیدر نے شاہ زین کے چہرے پر جھلکتی نفرت کو دیکھا جو رخشندہ ناز کے ذکر کے ساتھ ہی آ جاتی تھی، نفرت کی ایسی ہی چنگاریاں اس نے ماما کے دل میں شاہ زین کے لئے محسوس کی تھی، عجیب بات تھی کہ اگر حیدر کو کوئی برا کہہ دے تو وہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاتا تھا، لیکن حیدر کی ماں کے لئے اپنے اندر ذرہ برابر بھی ہمدردی محسوس نہیں کرتا تھا، رخشندہ ناز کے ذکر کے ساتھ ہی منہ کا ذائقہ کڑوا ہو گیا، شاہ زین کے نوالہ منہ میں ڈالا لیکن وہ حلق میں ہی پھنس گیا۔

"غلام نبی پانی دے کر ہی نہیں گیا۔" حیدر نے دیکھا ٹرے میں پانی موجود نہیں تھا۔

"غلام نبی...... غلام نبی۔" حیدر نے بیٹھے بیٹھے ملازم کو آوازیں دیں۔

"میں خود لے آتا ہوں غلام نبی شاید ادھر نہیں ہے۔" حیدر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا، شاہ زین نے کمرے سے باہر نکلتے حیدر کو دیکھا۔

"کیا میں حیدر کی خاطر بھی اس دشمنی کو ختم نہیں کر سکتا؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"شاید کبھی نہیں یہ نفرت میرے اپنے بس میں نہیں ہے۔" اسے اپنے اندر سے آواز اٹھتی محسوس ہوئی، اس نے بے بسی سے کھانے کی ٹرے پر نظریں جما دیں۔

☆☆☆

پچھلے تین دن سے حیدر کالج نہیں آ رہا تھا، طبیعت تو اس کی ابھی بھی کچھ ٹھیک نہیں تھی لیکن وہ اس کے باوجود کالج آ رہی تھی، حیدر کی کالج میں غیر حاضری شہربانو کو پریشان کر رہی تھی، شاہ زین کے بارے میں طرح طرح کے برے خیالات اس کی پریشانی میں مزید اضافہ کر رہے تھے، کئی بار حیدر کا نمبر ڈائل کیا لیکن بیل جانے سے پہلے ہی کال ڈسکنیکٹ کر دی، وہ اس دن سے غیر ارادی طور پر شاہ زین کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی، بالآخر اس نے ہمت کر کے حیدر کا نمبر ڈائل کیا، بیل جا رہی تھی لیکن حیدر فون نہیں اٹھا رہا تھا، شہربانو کو مزید پریشانی نے گھیر لیا، اس نے ایک بار پھر نمبر ڈائل کیا، فون کب سے بج رہا تھا لیکن وہ اپنی سوچوں میں اتنا گم تھا کہ اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا، اچانک اس کی سوچوں کی ڈوری کمزور ہوئی تو اسے اپنے اردگرد کی خبر ہوئی حیدر کا فون بج رہا تھا، لیکن اس کے اٹھانے سے پہلے ہی بند ہو گیا، تھوڑی ہی دیر بعد فون پھر سے بجنے لگا، شاہ زین نے دروازے کی طرف دیکھا حیدر نہیں آ رہا تھا شاید کسی کی اہم کال ہو جو بار بار فون کر رہا ہے، شاہ زین نے ایک لمحہ سوچا اور پھر نمبر دیکھے بغیر ہی فون اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" شاہ زین نے موبائل کان سے لگایا۔

"ہیلو حیدر تم کال کیوں نہیں پک کر رہے سب خیریت ہے نا؟ تمہارا بھائی کیسا ہے اب؟" شہربانو پریشانی سے بولی۔

"میں شاہ زین بات کر رہا ہوں۔" شاہ زین جواباً بولا، دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

"ہیلو۔" شاہ زین بولا لیکن دوسری جانب سے فون کاٹ دیا گیا تھا، شاہ زین نے فون پر نام دیکھا، شہربانو کا نام اور نمبر تھا شاہ زین نے حیدر کے فون سے شہربانو کا نمبر اپنے نمبر پر سینڈ کیا اور فون واپس رکھ دیا، اتنی دیر میں حیدر بھی پانی لے کر کمرے میں آ چکا تھا۔

"ابھی تمہارے نمبر پر شہربانو کی کال آ رہی تھی میں نے پک کر لی۔"

"پھر کیا کہا اس نے؟" حیدر نے جگ سے پانی گلاس میں ڈالا اور شاہ زین کو تھمایا، شاہ زین نے پانی پی کر گلاس واپس رکھ دیا۔

"شاید اسے میرا نام پسند نہیں آیا، میں نے کہا کہ میں شاہ زین بات کر رہا ہوں تو اس نے فون ہی کاٹ دیا۔"

"سر پر گہری چوٹ کی وجہ سے تمہارا بہت خون بہہ گیا تھا تمہیں ایمرجنسی میں خون کی ضرورت تھی اور جانتے ہو خون کس نے دیا؟"

"کس نے؟" شاہ زین کو حیدر کی بات بہت ہی فضول لگی اس وقت شہربانو کا ذکر چل رہا تھا اور وہ کوئی اور بات کر رہا تھا۔

"شہربانو نے۔" حیدر کے بتانے پر شاہ زین نے حیران کن نظروں سے حیدر کی طرف دیکھا تو حیدر نے سر ہاں میں ہلا کر اپنی ہی بات کی تصدیق کی، اس رات اس نے شہربانو کو شکریہ کہنے کے لئے فون کیا۔

"ہیلو۔" شہربانو گیلے بالوں کو تولیے سے آزاد کرتے ہوئے بولی، سارے دن کی پریشانی کے بعد وہ پرسکون اور گہری نیند سونا چاہتی تھی۔

"کون بات کر رہا ہے؟" اس نے تولیہ بیڈ پر رکھا اور دیوار کے ساتھ لگے فل سائز آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"شاہ زین بول رہا ہوں۔" شاہ زین کا نام سن کر اس کا بالوں میں چلتا ہوا ہاتھ رک گیا۔

"میں نے آپ کو شکریہ کہنے کے لئے فون کیا تھا۔"

"شکریہ کس بات کا؟" وہ ایک لمحہ رک کر بولی اور آئینے میں ایک نظر خود کو دیکھا پھر آئینے

ہوئے بولی۔

''زوایہ۔'' ابا نے کتاب کو بند کرکے عنوان پڑھا۔

''بہت اچھی کتاب ہے تم بھی پڑھنا۔''

''جی ابا۔'' شہر بانو نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''کچھ کہنا ہے؟'' ابا نے اسے ہاتھ مسلتے ہوئے غور سے دیکھا اور پوچھا تو شہر بانو نے ہاں میں سر ہلا دیا، اماں بھی نماز پڑھ چکی تھیں انہوں نے جائے نماز تہہ کرکے ایک طرف رکھا اور بیڈ کے کنارے پر آکر ٹک گئیں، شہر بانو نے دھیرے دھیرے بولنا شروع کیا اور اماں ابا کو حقیقت بتانے لگی، ابا اور اماں نے خاموشی سے اس کی بات سنی، بات سننے کے بعد ابا کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے، اماں نے ابا کی طرف دیکھا جو بالکل خاموش تھا اور پھر شہر بانو سے کہنا شروع کیا۔

''اگر تم دونوں کے درمیان ایسی کوئی بات ہے تو اسے کہو اپنے بڑوں کو ہمارے گھر بھیجیں اور تم ان سے نہ ملا کرو۔'' اماں سنجیدگی سے بولیں۔

''ابا آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہوئے نا۔'' شہر بانو نے ابا سے کہا تو ابا نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں بلکہ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ تم نے ہم سے جھوٹ نہیں کہا۔''

''ہمیں تم پر مکمل اعتماد ہے۔'' ابا نے اٹھ کر شہر بانو کے سر پر ہاتھ رکھ دیا، اپنے کمرے میں آکر اس نے سب سے پہلے شاہ زین کو کال کی اور اماں کی کہی ہوئی بات بتائی۔

''میں آج ہی بلکہ ابھی پاپا سے بات کرتا ہوں۔'' شاہ زین کی بات پر شہر بانو کو تسلی ہوگئی تھی وہ مسکرادی۔

☆☆☆

شہر بانو نے اسے اپنے ابا اماں کی کہی ہوئی بات بتائی تو اس نے شہر بانو کو پورا یقین دلایا تھا کہ اس کے پاپا جلد ہی اس کے گھر آئیں گے کیونکہ وہ خود پر یقین تھا، شہر بانو سے مختصر بات کے بعد اس نے فون بند کردیا اور پاپا سے بات کرنے سٹڈی روم میں چلا آیا، یہاں پاپا اکیلے تھے اور وہ رخشندہ ناز کے سامنے پاپا سے اس موضوع پر بالکل بھی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''پاپا مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔''

''کرو۔'' پاپا نے بک شیلف پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

''پاپا میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا؟'' پاپا نے غیر یقینی انداز میں کہا۔

''جی پاپا شہر بانو بہت اچھی لڑکی ہے حیدر کی کلاس فیلو ہے پاپا بس آپ کو رشتہ لے کر جانا ہے۔'' شاہ زین بہت جوشیلے انداز میں بتا رہا تھا اسے پورا یقین تھا کہ پاپا اس کی بات مان لیں گے جھگڑے کے باوجود پاپا کے لئے محبت اپنی جگہ تھی، وہ جتنا خود کو باور کرواتا تھا کہ وہ پاپا سے نفرت کرتا ہے پاپا کی محبت اتنی ہی حاوی ہونے لگتی تھی، بس یہ محبت پاپا کے اور رخشندہ ناز کے رویوں سے دب گئی تھی، لیکن مٹی نہیں تھی، اسی دبی ہوئی محبت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے وہ پاپا سے بات کرنے چلا آیا تھا۔

''ابھی تمہاری شادی کی عمر نہیں ہے ابھی تم اپنا کیریئر بناؤ۔''

''پاپا میرا ایم بی اے آل موسٹ کمپلیٹ ہو ہی چکا ہے، رپورٹ امپرو ہو چکی ہے پھر مجھے آپ کا بزنس ہی تو سنبھالنا ہے۔''

''لڑکی بیک گراؤنڈ کیسا ہے؟''

''بیک گراؤنڈ کے بارے میں تو زیادہ نہیں جانتا البتہ حیدر بہت اچھی طرح سے جانتا ہے لیکن پاپا وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔''

''حیدر کو بلاؤ۔'' پاپا نے سرد لہجے میں کہا اور موجودہ کتابوں میں سے ایک کتاب اٹھائی۔

''جی پاپا۔'' شاہ زین پاپا کے سرد لہجے پر غور کیے بغیر ہی سٹڈی روم سے باہر نکل گیا اور تھوڑی ہی دیر میں حیدر کو بلا لایا۔

''انکل شہر بانو بہت اچھی لڑکی ہے، شاہ زین اس کے ساتھ خوش رہے گا۔''

''اس کے قصیدے پڑھنا بند کرو اور اس کے فیملی بیک گراؤنڈ کے بارے میں بتاؤ۔'' پاپا کے کہنے پر حیدر نے شاہ زین کی طرف دیکھا جو اسی کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

''اس کے ابا ریٹائرڈ فوجی ہیں، آج کل گورنمنٹ گرلز کالج میں سینئر کلرک ہیں جبکہ اس کی اماں ہاؤس وائف ہیں، شہر بانو اکیلی ہی بہن ہے۔''

''شاہ زین تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے، اپنا سٹیٹس دیکھو اور اس لڑکی کا سٹیٹس دیکھو۔'' پاپا غصہ دباتے ہوئے بولے۔

''پاپا مجھے اس کے سٹیٹس سے کیا لینا دینا مجھے شہر بانو سے شادی کرنی ہے اس کے سٹیٹس سے نہیں اور پھر ویسے بھی شادی کے بعد جو میرا سٹیٹس ہوگا وہی اس کا ہوگا۔'' شاہ زین بولا، رخشندہ ناز کو شاہ زین کا سٹڈی روم میں جانا اور پھر حیدر کا بھی بہت متجسس کر رہا تھا وہ بہانے سے چائے لے کر سٹڈی روم میں چلی آئیں۔

''جب کسی سے شادی کی جاتی ہے تو کاسٹ، سٹیٹس سب کچھ دیکھا جاتا ہے۔'' پاپا سخت انداز میں بولے۔

''پاپا وہ ایک خاندانی اور باعزت لڑکی ہے۔'' شاہ زین شہر بانو کے حق بولا۔

''لیکن مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والی۔''

''مڈل کلاس کوئی جرم تو نہیں۔'' شاہ زین نے بحث کی۔

''نہیں جرم نہیں ہے لیکن اپنی اوقات سے اونچے خواب دیکھنا جرم ہے وہ لڑکی تمہیں بے وقوف کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔''

''وہ ایسی لڑکی نہیں ہے۔''

''بے وقوف تو تم پہلے ہی تھے مجھے تم سے یہی توقع ہوسکتی تھی لیکن حیدر تم بھی۔''

''پاپا!'' شاہ زین احتجاجاً بولا۔

''میں کسی ایسی لڑکی کا رشتہ مانگنے کے لئے ہرگز نہیں جاسکتا جو ہماری کلاس سے نہ ہو اور میں جاؤں بھی کیوں؟ پہلے خود کو منوا تو لو میری محبت سے جے بزنس پر تم اپنی فتح کا جھنڈا گھاڑنا چاہتے ہو۔'' پاپا نے تنفر سے کہا۔

''پاپا میں ایسا کچھ نہیں چاہتا۔'' شاہ زین اندر سے ٹوٹ کر رہ گیا، پاپا کی اس بات نے اسے عرش سے فرش پر لا پٹخا تھا، وہ جس محبت اور جس سلطنت سے رخشندہ ناز کو بے دخل کرنا چاہتا تھا آج خود ہی وہاں سے نکال دیا گیا تھا اور نکالنے والا کوئی اور شخص نہیں اس کا اپنا باپ تھا، اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے لگا، اسے لگا جیسے وہ اپنا جسمانی توازن کھو بیٹھے گا اور ابھی گر جائے گا، اس نے میز کا سہارا لیا، اس نے غیر یقینی انداز میں پاپا کی طرف دیکھا، آج اس کے اعتماد کی کرچیاں بکھر گئیں تھیں، پاپا کی بات نے اس کا دل توڑ دیا تھا۔

''اور تم ایک بات کان کھول کر سن لو ایسی

کوئی بھی لڑکی میرے خاندان کی بہو نہیں بن سکتی تمہارا تو معیار بھی تمہاری طرح گرا ہوا ہے۔" پاپا نے حقارت سے کہتے ہوئے کتاب کھول لی، ذلت کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے، اس کی نظروں میں باپ کا بت پاش پاش ہوا تھا یا وہ اپنے باپ کی آنکھوں میں گر گیا تھا، جو بھی ہوا تھا وہ آج اندر سے ٹوٹ گیا تھا، زبان کے سخت گھاؤ اس کی روح پر لگے تھے، اس کا وجود زلزلوں میں میں تھا۔

"آج تم جیت گئی میں ہار گیا شاہ زین یہ جنگ ہار گیا۔" شاہ زین نے شکست خوردہ لہجے میں رخشندہ ناز سے کہا۔

"تم ہی کہتے تھے نا میں یہ لڑائی ختم کروں آج یہ لڑائی بھی ختم ہو گئی شاہ زین اپنا سب کچھ ہار گیا۔" حیدر سے کہتے ہوئے اس نے پاپا کی طرف دیکھا۔

"آج میں اپنا آپ ہار گیا۔" اس نے نم آنکھوں کی وجہ سے دھندلائے ہوئے منظر کو دیکھا اور مرے مرے قدم اٹھاتا سٹڈی روم سے باہر نکل گیا، حیدر نے اسے پیچھے سے پکارا لیکن جو کچھ وہ سن چکا تھا اس کے بعد اور کچھ نہیں سن رہا تھا، رخشندہ ناز نے شاہ زین کی آنکھوں سے جھانکتی شکست اور ذلت کو دیکھا تھا، وہ سب کچھ دیکھ لیا تھا جس کو دیکھنے کی خواہش تھی سب کچھ ویسا ہی ہوا تھا جیسا وہ چاہتی تھیں لیکن آج شاہ زین کو شکست تسلیم کرتے دیکھ کر وہ خوشی نہیں ہوئی تھی جو ہونی چاہیے تھی، شاہ زین کو اتنا مایوس اور کمزور آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

☆☆☆

شاہ زین لان میں کرسی پر بیٹھا بچوں کی کاپیاں چیک کر رہا تھا جبکہ سامنے پلاسٹک کی سفید میز پر فرنچ فرائز کی پلیٹ پڑی ہوئی تھی، شام کے چھ بج رہے تھے سورج ڈھل رہا تھا جس کی وجہ سے گرمی میں بھی کافی حد تک کمی ہو گئی تھی۔

"السلام علیکم!" طیب گیٹ سے اندر داخل ہوا اور لان میں شاہ زین کے سامنے رکھی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

"وعلیکم السلام!" شاہ زین نے طیب کے سلام کا جواب دیا اور پھر سے کاپی چیک کرنے لگا۔

"کیا چیک کر رہے ہو؟"

"آج کلاس کا ٹیسٹ تھا وہی چیک کر رہا ہوں۔" طیب نے فرنچ فرائز منہ میں ڈالے اور ایک کاپی اٹھا کر پڑھنے لگا۔

"ویسے کبھی کبھی تو میں ان بچوں کو پڑھاتے ہوئے بہت انجوائے کرتا ہوں، بہت معصوم شرارتیں کرتے ہیں اور کبھی تو اتنا تنگ کرتے ہیں کہ ناک میں دم کر دیتے ہیں۔"

"یہ باتیں تم ابو کے ساتھ کرو تو بچوں کی معصومیت پر اتنا بڑا لیکچر دے دیں گے۔"

"پروفیسر صاحب یونیورسٹی میں پڑھاتے ہیں نا اس لیے، دو دن میری کلاس کو آ کر پڑھائیں تو ان کے ہوش بھی ٹھکانے آ جائیں گے۔"

"انکل پلیز یہ والا انار اتار دیں۔" عادل دوسری جانب دیوار سے لٹکا انار توڑنے کی کوشش کر رہا تھا، مدد کے لئے شاہ زین کو کہا۔

"یار یہ تمہیں انکل لگتا ہے کیا؟ بھائی بولا کرو۔" طیب بولا۔

"اور کبھی دیوار کی جان بھی چھوڑ دیا کرو۔"

"اچھا بابا شاہ زین بھائی پلیز یہ والا انار

اتار دیں میں بالکل گرنے والا ہوں۔" عادل ہلکی سی شاخ کا سہارا لئے دیوار کے ساتھ لٹکا ہوا تھا، شاہ زین نے کاپی میز پر رکھی اور انار اتارنے کے لئے اٹھا۔

"عادل میرے لئے وہ والا موٹا سرخ انار اتارنا۔" پیچھے سے ماہم کی آواز آئی تھی۔

"اپنے لئے اتر نہیں رہا آپ کے...... آہ۔" عادل ماہم کو کہنے کے لئے پیچھے مڑا اور دھڑم سے نیچے گر گیا۔

"دیکھا بڑوں کی بات نہ ماننے سے ایسی ہی سزا ملتی ہے۔" دوسری جانب سے ماہم کی آواز ابھری۔

"بڑی تو دیکھو ذرا۔" طیب نے ہنستے ہوئے کہا جبکہ شاہ زین مسکراتا ہوا واپس کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

"تمہاری جاب کیسی جا رہی ہے؟" شاہ زین کاپی واپس اٹھاتے ہوئے بولا۔

"بہت اچھی بلکہ نیکسٹ منتھ پروموشن کے چانسز ہیں۔"

"That,s very good۔"

☆☆☆

ماہم اور عادل دونوں بہن بھائی تھے، طیب کے چچا زاد بھی اور خالہ زاد بھی، ماہم کی امی کی وفات کے بعد طاہرہ آنٹی نے ہی دونوں کی پرورش کی تھی ماہم کی والدہ کی وفات عادل کی پیدائش کے وقت ہوئی تھی، تب ماہم چھٹی جماعت کی طالبہ تھی، طاہرہ آنٹی کے لئے چھوٹی بہن کی وفات کا صدمہ بہت بڑا تھا، انہوں نے بہن کی نشانیوں کو سینے سے لگایا، تب سے لے کر آج تک پروفیسر فراز احمد اور طاہرہ آنٹی نے دونوں کو بالکل طیب کی طرح ہی پیار دیا ہے، پروفیسر فراز احمد کے بڑے بھائی اور ماہم اور عادل کے والد سجاد احمد عرصہ دراز سے دوبئ میں مقیم ہیں، باقاعدہ طور پر تو نہیں لیکن زبانی کلامی طیب اور ماہم کی بات بچپن سے ہی طے ہے اور یہ سب جانتے ہیں، شروع شروع میں تو اتنی بے تکلفی نہیں تھی لیکن پھر آہستہ آہستہ خود ہی بے تکلفی بڑھتی گئی اور شاہ زین سب کے بہت قریب ہوتا چلا گیا، اب تو ایسے لگتا تھا کہ وہ ہمیشہ سے ان کے ساتھ ہی رہتا رہا ہو۔

ماں کی محبت کیسی ہوتی ہے؟ باپ کی شفقت کیا ہے، بھائی کا ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ اور بہن کا پیار کیسا ہوتا ہے اسے اب پتہ چلا تھا، جن رشتوں کی کمی وہ ہمیشہ سے اپنے اندر محسوس کرتا تھا، کچھ کم ہوئی تھی تشنگی پھر بھی تھی، ایک خلش تھی کہ کاش پاپا میرے بارے میں ایسے نہ سوچتے، میری ماما آج زندہ ہوتیں کاش میرا گھر بھی ایسا ہی ہوتا۔

☆☆☆

"شاہ زین تم اتنی جلدی مایوس کیوں ہو جاتے ہو؟"

"جلدی نہیں پورا ایک سال ہو گیا ہے۔"

"کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہوتا ہے۔"

"لیکن میں ٹیچنگ نہیں کچھ اور کرنا چاہتا ہوں مجھے بچوں کو اے بی سی نہیں پڑھانی یہ میری فیلڈ نہیں ہے میں خود کو یہاں بہت مس فٹ فیل کرتا ہوں، مجھے اپنی فیلڈ میں رہ کر کچھ کرنا ہے، لیکن اب تو مجھے لگتا ہے کہ میں کبھی بھی کچھ نہیں کر سکتا، پتہ نہیں کبھی شہر بانو کو پا بھی سکوں گا یا نہیں، حیدر سے کبھی دوبارہ کبھی مل بھی سکوں گا کہ نہیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو ایک سال بہت ہوتا

ہے لیکن اللہ ہمارے لئے وہی کرتا ہے جو ہمارے حق میں بہتر ہوتا ہے تم پلیز پریشان نہ ہوا کرو اللہ جلد ہی کوئی راستہ دکھائے گا تم بس اللہ پر یقین رکھو۔" طیب سمجھاتے ہوئے بولا تو شاہ زین نے صوفے پر بیٹھے ہوئے سر کو جھکا دیا۔

"اللہ کرے۔" شاہ زین نے مایوسی کے سمندر میں امید کا سہارا لینے کی کوشش کی۔

"چھوڑو ان سب باتوں کو یہ باتیں تو زندگی کے ساتھ چلتی ہی رہتی ہیں اللہ سب بہتر ہی کرے گا تم پلیز چائے تو پلاؤ۔" طیب نے موضوع بدلنے کے غرض سے کہا۔

"ابھی لاتا ہوں۔" شاہ زین اٹھ کر کچن میں چلا گیا۔

"ویسے ایک بات ہے تم اس ایک سال میں بہت اچھے کک بن گئے ہو۔" طیب پیچھے سے بولا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" شاہ زین نے فریج سے دودھ کا جگ نکالتے ہوئے کہا۔

"ماہم کہہ رہی تھی کہ شاہ زین بھائی چکن کڑاہی بہت اچھی بناتے ہیں میں ان سے کہوں گی پلیز مجھے بھی سکھا دیں تو دوست تم پلیز اسے چکن کڑاہی بنانا سکھا دینا میرا بھی بھلا ہو جائے گا۔" طیب کے کہنے پر شاہ زین نے کھل کر قہقہہ لگایا اور چائے کا پانی ابلنے کے لئے رکھا۔

"ویسے ایک آئیڈیا ہے میرے پاس۔" طیب کچن کے دروازے میں اکھڑا ہوا اور چوکھٹ سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

"وہ کیا؟"

"شکل صورت بھی بہت اچھی ہے کوکنگ بھی اعلیٰ کرتے ہو کسی ٹی وی چینل پر کوکنگ شو سٹارٹ کردو، دولت بھی شہرت بھی۔"

"آئیڈیا تو اچھا ہے۔" شاہ زین نے طیب کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا جبھی ڈور بیل بجی۔

"میں دیکھتا ہوں۔" طیب کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

"پھر کسی بچے کی بال گر گئی ہو گی۔" شاہ زین چائے بنانے لگا۔

"کون تھا؟" شاہ زین چائے کے کپ لئے لاؤنج میں آ گیا تھا، طیب آرام سے صوفے پر بیٹھا چینل سرچنگ کر رہا تھا، پوسٹ مین یہ لیٹر دے کر گیا ہے۔

"لیٹر۔" شاہ زین چائے کے کپ میز پر رکھتے ہوئے بولا اور طیب کے ہاتھ سے لفافہ پکڑ لیا اور اسے کھولنے لگا، طیب اسی کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے جیسے وہ لیٹر پڑھ رہا تھا، اس کے چہرے پر خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات ابھر رہے تھے۔

"مجھے جاب مل گئی ہے۔" شاہ زین خوشی سے طیب کے گلے لگ گیا، اسے پتہ ہی نہ چلا کب اس کی آنکھیں نم ہو گئیں، اسے پہلی بار آنکھوں میں خوشی کی وجہ سے امڈتے آنسوؤں کا احساس ہوا تھا، کبھی کسی چیز کے لئے اتنا انتظار جو نہیں کرنا پڑا تھا۔

"شاہ زین بیٹا بہت بہت مبارک ہو۔" پروفیسر صاحب کو پتہ چلا تو وہ مبارک دینے چلے آئے، رشید چاچا، خالہ ثریا، نسرین غرض محلے میں جس کو جب پتہ چلا مبارک دینے چلا آیا، اس دوران اس نے ایک نیا تجربہ کیا تھا کہ دوسروں کی خوشی میں خوش رہ کر بھی خوشی مل سکتی ہے، رشید چاچا اسے مبارکباد دینے آئے تو ان کے لہجے میں ایسی خوشی کی آمیزش تھی کہ جیسے شاہ زین کو نہیں ان

کے اپنے بیٹے کو اچھی نوکری مل گئی ہو، ان دنوں اس نے زندگی میں ایک اور سبق سیکھا کہ احساس کے رشتے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں، اگر خون کے رشتوں میں احساس نہیں تو رشتے صرف نام کے رہ جاتے ہیں، بے معنی سے، ماہم نے سنا تو گلاب جامن بنانے چل دی۔

"خوشی کی خبر ہے منہ میٹھا ہونا چاہیے۔"

"شاہ زین بھائی بہت بہت مبارک ہو آخر آپ کی بھٹکی روح کو بھی چین مل ہی گیا۔" عادل دیوار پر لٹکے ہوئے بولا۔

"تھینک یو۔" شاہ زین مسکرا دیا۔

☆☆☆

وہ گھٹنوں کے بیٹھے آہستہ آہستہ قبر کی مٹی پر ہاتھ پھیر رہا تھا، وہ تقریباً ہر روز صبح کی سیر کے بعد یہاں آتا تھا، کچھ دیر کے لئے یونہی قبر کے پاس بیٹھ جاتا اور اپنی ماما سے باتیں کرتا، یہاں ان کی موجودگی کو محسوس کرتا، لیکن آج اپنی جاب کے پہلے دن ہی اسے صبح جلدی اٹھنے میں دیر ہو گئی تھی اور وہ ناشتہ کئے بغیر ہی آفس چلا گیا تھا جس کی وجہ سے آج صبح قبرستان نہیں آ سکا تھا، آفس ٹائم کے بعد وہ سیدھا یہیں آیا تھا۔

یہاں آ کر اسے ہمیشہ یہ خیال اداس کر دیتا تھا کہ اس کی مما اس مٹی کے نیچے ہیں، لیکن آج اداسی سوا تھی، آج اسے خوش ہونا چاہیے تھا لیکن آج اس کے دل پر زیادہ بوجھ تھا، وہ ہمیشہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے اس ویران قبرستان میں آتا تھا کچھ دیر یونہی گزارتا، ماں کی موجودگی کو محسوس کرتا اور پھر واپس چلا جاتا، لیکن آج نجانے ایسی کیا بات تھی کہ دل کا بوجھ بڑھتا ہی جا رہا تھا، وہ آج بھی خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا تھا، اس کی آنکھیں بھر آئیں، آج اس کی جاب کا پہلا دن تھا آج اس نے کامیابی کی سیڑھی پر پہلا قدم رکھا تھا لیکن آج اس کے پاس کوئی نہیں تھا، وہ حیدر کے گلے لگنا چاہتا تھا، وہ شہربانو کو یہ خبر سنا کر اس کے تاثرات پڑھنا چاہتا تھا۔

"ماما اگر آج آپ ہوتیں تو کیا میں اتنا اکیلا ہوتا؟" وہ قبر پر بکھیرے پھولوں کو مزید بکھیرتے ہوئے سوالیہ انداز میں بولا آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ گرا اور قبر کی مٹی میں جذب ہو گیا۔

"اگر آج آپ ہوتیں تو کیا میں پاپا کے لئے اتنا ناپسندیدہ اور قابل نفرت ہوتا، کیا آج شہربانو مجھ سے اتنی ہی دور ہوتی، اگر آپ ہوتیں تو رخشندہ ناز کبھی بھی پاپا کی زندگی میں نہیں آتی مما آپ کیوں چلی گئیں۔"

"لیکن اگر رخشندہ ناز پاپا کی زندگی میں نہ آتی تو میں حیدر سے کیسے ملتا وہ میرا اتنا اچھا دوست کیسے بنتا، ماما آپ تو جانتی ہیں حیدر بہت اچھا ہے بہت ہی اچھا لیکن وہ بھی تو میرے پاس نہیں ہے۔" اس کی آنکھیں متواتر برسنے لگیں اور آنسو قبر کی مٹی میں جذب ہوتے رہے، وہ یونہی بے آواز رونے میں مصروف تھا جب اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا، شاہ زین نے سر اٹھا کر پیچھے دیکھا حیدر بالکل اس کے پیچھے کھڑا تھا، شاہ زین ایک لمحے کو یقین نہ کر سکا کہ واقعی ہی حیدر اس کے سامنے کھڑا ہے، حیدر نے اس کی کندھے پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کی تو وہ بے چینی سے اس کے گلے لگ گیا، حیدر نے بھی اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا تھا۔

"ایسا کرتے ہیں۔" حیدر ناراضگی سے بولا، شاہ زین کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب کیوں رو رہا ہے، حیدر کے یوں اچانک سامنے آ جانے

پر یا پھر کوئی اور وجہ وہ اپنے ان بہتے آنسوؤں کی وجہ نہیں جان سکا تھا۔

"کہاں تھے تم؟ تمہیں پتہ ہے میں نے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تمہیں۔" حیدر نے شاہ زین کو خود سے الگ کرتے ہوئے ناراضگی سے کہا تو شاہ زین نے اپنے آنسو صاف کیے اور مسکرا دیا لیکن اگلے ہی لمحے اس نے ایک بار پھر حیدر کو اپنے گلے لگا لیا، اس لمحے میں حیدر نے خود کو بہت کمزور محسوس کیا تھا، اس کی آنکھیں چھلکنے کو تیار تھیں، عجیب جنونی انسان تھا جو پیار بھی انتہا کا کرتا تھا اور خود ہی جدائیاں پیدا کرتا تھا، حیدر نے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

"اچھا اب یہ ایموشنل سین ختم کرو۔" حیدر نے مسکرانے کی کوشش کی تو شاہ زین حیدر سے الگ ہو گیا شاہ زین نے مسکرا کر قبر کی طرف دیکھا، اسے پورا یقین تھا کہ خاک تلے سوئی اس کی ماں بھی مسکرائی ہوگی۔

"کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تمہیں پچھلے چار مہینوں سے مسلسل یہاں آتا رہا ہوں لیکن مجھے تو یہ بھی یقین نہیں تھا کہ تم اس شہر میں بھی ہو یا نہیں۔" شاہ زین کے ساتھ قبرستان سے باہر آتے ہوئے حیدر نے شکوہ کیا۔

"چلو میں تمہیں اپنا گھر دکھاؤں۔" شاہ زین حیدر کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

☆☆☆

"چائے بنانی بھی سیکھ لی ہے۔" شاہ زین نے چائے کا کپ حیدر کو تھمایا تو حیدر نے کپ پکڑتے ہوئے کہا۔

"اور بھی بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔" شاہ زین اس کے برابر سیڑھی پر آ کر بیٹھ گیا اور سامنے لان میں لگے گلاب کے پھولوں پر نظریں جمائے ہوئے سنجیدگی سے بولا، حیدر نے بغور شاہ زین کو دیکھا، وہ بہت بدل گیا تھا سنجیدگی پہلے بھی اس کی طبیعت کا خاصہ تھی لیکن کچھ تو تھا اس کی شخصیت میں جو حیدر کو بہت نیا لگا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

"تم کتنا بدل گئے ہو۔" حیدر شاہ زین کے چہرے پر نظریں جمائے بولا شاہ زین کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہو گئی۔

"پاپا کیسے ہیں؟"

"خوش نہیں ہیں۔" حیدر کے کہنے پر شاہ زین نظریں چرا گیا ایک رنگ اس کے چہرے پر آ کر گزر گیا۔

"اور شہر بانو کیسی ہے؟" شاہ زین کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولا۔

"پتہ نہیں۔" حیدر چائے پر نظریں جمائے ہوئے بولا، شاہ زین نے حیدر کی جھکی ہوئی نظروں کو دیکھا کوئی الجھی ہوئی تحریر اس کے چہرے پر رقم تھی جو اسے کسی انہونی کا احساس دلا رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" شاہ زین نا سمجھتے ہوئے بولا۔

"تم تو ہماری زندگیوں سے ایسے خاموشی سے نکل گئے تھے جیسے تمہاری غیر موجودگی سے کسی کو کوئی فرق ہی نہ پڑتا ہو۔"

"کچھ لوگوں کی موجودگی اور غیر موجودگی ایک برابر ہوتی ہے اور شاید میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں۔"

"تم نے خود ہی یہ کیسے سوچ لیا کہ تم ان غیر اہم لوگوں میں سے ہو خود کو اتنا غیر اہم کیوں سمجھے ہو کبھی واپس لوٹ کر ہماری زندگیوں میں دیکھو

تمہارے بعد کیسی بدل گئی ہیں۔"

"تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو شہر بانو تو ٹھیک ہے نا۔" شاہ زین بے چینی سے بولا، حیدر نے ایک نظر شاہ زین کے چہرے پر چھلکتی بے چینی اور پریشانی کو دیکھا اور پھر سے سر جھکا لیا اور آہستہ آہستہ بولنا شروع کیا۔

"جب مجھے پتہ چلا کہ تم گھر چھوڑ کر جا چکے ہو میں نے سب سے پہلے شہر بانو سے رابطہ کیا کہ تم اگر مجھے نہیں تو یقیناً شہر بانو کو ضرور بتا کر گئے ہو گے اسے تمہارے بارے میں ضرور کوئی خبر ہوگی لیکن تم اسے بھی کچھ نہیں بتا کر گئے تھے، میں نے تمہیں بہت ڈھونڈا، کس کس سے ہیلپ نہیں لی لیکن تمہارا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا، اسی سلسلے میں میرے شہر بانو کی طرف چکر بھی لگتے رہتے تھے، اسے جب بھی تمہارے بارے میں کہیں سے بھی پتہ چلتا وہ مجھ سے شیئر کرتی لیکن ہمیں ہر طرف سے مایوسی ہی ہوئی۔"

"شاہ زین لوگ بہت ہی برے ہوتے ہیں بہت ہی برے۔" حیدر نے شاہ زین کی طرف دیکھتے ہوئے دکھ سے کہا، شاہ زین کو حیرت ہوئی وہ تو ہر چیز میں اچھائی ڈھونڈنے کا قائل تھا پھر اس کے منہ سے ایسے الفاظ حیرت کی ہی تو بات تھی، وہ حیدر سے پوچھنا چاہتا تھا کہ لوگوں سے اتنی نفرت کیوں لیکن کچھ بھی نہیں پوچھ سکا خاموشی سے حیدر کے بدلتے رنگوں کو دیکھتا رہا کچھ تو تھا جو بہت غیر معمولی تھا ورنہ آج سے پہلے اس نے حیدر کو اتنا دکھی کبھی نہیں دیکھا تھا، کچھ لمحے یونہی خاموشی سے سرک گئے اور ان خاموش لمحوں میں حیدر بہت تکلیف دہ سفر طے کر آیا تھا۔

"ایک شام مجھے حفیظ کی کال آئی کہ اس نے تمہیں بینک میں جاتے دیکھا ہے، اس وقت میں اور شہر بانو فائنل پراجیکٹ پر کام کر رہے تھے فوراً سے بینک پہنچے لیکن تم وہاں نہیں تھے ہم نے اردگرد بہت ڈھونڈا۔" شاہ زین نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ وہ آخری بار بینک کب گیا تھا لیکن اسے یاد نہیں آیا، یاد آیا تو اتنا کہ جو رقم اس کے پاس تھی وہ گھر چھوڑنے کے چند ہفتوں بعد ہی ختم ہو گئی تھی، آخری بار جب اس نے بینک سے رقم نکلوائی تھی تو وہ بہت شروع کے دن تھے۔

"لیکن تم جا چکے تھے میں اور شہر بانو واپس گاڑی تک آ رہے تھے۔ ہم روڈ کراس کر رہے تھے جب ایک تیز رفتار بائیک نے شہر بانو کو ہٹ کیا اور تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئی اسے کوئی بیرونی چوٹ نہیں آئی تھی البتہ سر پر کوئی چوٹ آئی جس سے وہ بیہوش ہو گئی، جب میں اسے لے کر ہاسپٹل پہنچا ڈاکٹر بھی مایوس تھے۔" شاہ زین نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"وہ ایک دن اور اگلی پوری رات بے ہوش رہی تھی پریشانی میں مجھے خیال ہی نہیں آیا کہ میں شہر بانو کے گھر اطلاع کروں میرا موبائل بھی گاڑی میں بند پڑا تھا، پتہ نہیں کیوں اس دن میری عقل نے کام کیوں نہیں کیا اور میں نے اس کے گھر انفارم کیوں نہیں کیا، شہر بانو کے ابا مجھے کالز کرتے رہے لیکن میرا نمبر بند تھا، انہوں نے انکل حسن سے بھی رابطہ کیا لیکن گھر میں کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ میں کہاں ہوں؟ اگلے دن شہر بانو کو ہوش آیا، ڈاکٹرز بھی تقریباً مایوس ہی ہو چکے تھے کوئی معجزہ ہی تھا جو شہر بانو کو زندگی مل گئی۔" شاہ زین کو پچھتاوا ہونے لگا کہ اس کی وجہ سے اس کے چاہنے والوں کو اتنی مصیبتیں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

"جب میں شہر بانو کو لے کر گھر پہنچا تو

صورتحال بہت سنگین تھی غلطی میری ہی تھی مجھے انفارم کرنا چاہیے تھا، لیکن میرا دماغ بالکل بند ہو چکا تھا۔" ضبط کی وجہ سے حیدر کی آنکھیں لال ہونے لگی تھیں۔

"نام نہاد عزت دار لوگوں نے کچھ بھی کہے سنے بغیر میرے اور شہر بانو کے کردار پر بہت کیچڑ اچھالا تحقیق کیے بغیر ہی اندازے لگاتے رہے اور ہماری زندگیوں کو بہت مشکل بنا ڈالا میرے اور شہر بانو کی دوستی کے رشتے کو شک کی نظر سے دیکھا۔" حیدر نے لمبی سانس لے کر آنسو اندر کھینچ لئے۔ حیدر نے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

"مجھے تمہارے اور شہر بانو کے کردار کے لئے کسی اور کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔" شاہ زین نے بازو پھیلا کر حیدر کو اپنے ساتھ لگا لیا، اس نے حیدر کے لئے یہ تسلی کے بول کیسے بولے تھے نہ وہی جانتا تھا اسے اپنا آپ گھپ اندھیرے میں گم ہوتا محسوس ہوا، وہ شہر بانو سے دور رہا تھا تو اس لئے کہ وہ اسے ہمیشہ کے لئے اپنا بنانا چاہتا تھا خود کو مالی طور پر اتنا مضبوط کرنا چاہتا تھا کہ جب وہ شہر بانو کے والد سے شہر بانو کا ہاتھ مانگے تو انکار کی کوئی وجہ باقی نہ رہے اگر حیدر سے رابطہ نہیں کیا تھا تو وجہ حیدر کا بہترین مستقبل تھا لیکن اس کی ساری منصوبہ بندی دھری کی دھری رہ گئی تھی، اوپر بیٹھے خدا کے کھیل زمین پر رہنے والے انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہی ہوتے ہیں۔

"تمہیں نہیں لیکن دوسروں کو ضرورت تھی میں شہر بانو کے مضبوط کردار کی گواہی آگ پر چل کر بھی دے سکتا ہوں لیکن کسی کو میری گواہی کی ضرورت نہیں تھی، انہوں نے میرے اور شہر بانو کے کردار پر کیچڑ اچھالنا تھا سو وہ انہوں نے اچھالا۔"

"تم نے اس کے بعد شہر بانو سے رابطہ نہیں کیا؟"

"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے رابطہ نہیں کیا ہوگا؟"

"میں نے رابطہ کیا لیکن اس کا نمبر بند تھا جو بھی تھا شہر بانو میری غلطی کی وجہ سے بدنام ہوئی تھی میں ہی اس کے کردار کی پاکیزگی ثابت کرنا چاہتا تھا لیکن جب میں شہر بانو کے گھر گیا تو وہاں تالا پڑا ہوا تھا، آج تک ہے، شہر بانو اپنے والدین کے ساتھ کہاں گئی کچھ خبر نہیں۔" حیدر کے چہرے پر دکھ اور بے بسی کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے، شاہ زین کا ہاتھ کانپا اور کپ سے چائے چھلک کر نیچے جا گری، اسے لگا کہ وہ اب تک بے مقصد بے مطلب بھاگتا رہا ہو، جیسے پانے کے لئے اس نے زمانے کی مشکلات سہی ہوں مالی مسائل کا سامنا اس امید پر کیا ہو کہ اگلی منزل پر شہر بانو اسے اپنی منتظر ملے گی اور پھر زندگی کا سفر وہ اکٹھے طے کریں گے، کانٹوں سے اپنا دامن بچائیں گے اور مل کر پھول چن کر اپنے آنگن میں سجائیں گے لیکن اس نے اپنی منزل خود ہی کھو دی تھی، اپنے جذباتی پن کی وجہ سے ایک بار پھر نقصان اٹھایا تھا، خود بھی بے چین ہوا تھا اور اپنے چاہنے والوں کو بھی پریشان کیا تھا، اس نے خالی خالی نظروں سے حیدر کے جھکے سر کو دیکھا، اس کی آنکھیں جلنے لگیں اس کی حالت ایک ایسے مسافر کی سی تھی جو سفر تو طے کرتا رہا ہو لیکن ہم سفر کے بغیر۔

☆☆☆

"شاہ زین بھئی کہاں ہو تم جب سے تم نے یہ جاب سٹارٹ کی ہے نظر ہی نہیں آتے۔" طیب

لاؤنج میں داخل ہوا تو سامنے شاہ زین کو دیکھتے ہوئے بولا اور صوفے پر آ کر بیٹھ گیا، شاہ زین ٹانگیں میز پر رکھے صوفے پر نیم دراز چینل سرچنگ میں مصروف تھا جبکہ دھیان کہیں اور ہی تھا طیب کی آواز پر چونک گیا ریموٹ میز پر رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

''کہیں نہیں یہیں تھا۔'' شاہ زین سنجیدگی سے بولا۔

''خیریت تو ہے تم پریشان لگ رہے ہو؟''

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' شاہ زین بولا جبھی گیٹ پر گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔

''ارے کون آ گیا؟'' طیب نے ریموٹ میز سے اٹھاتے ہوئے سرسری انداز میں کہا اور چینل سرچنگ کرنے لگا۔

''حیدر ہو گا؟'' شاہ زین نے آہستہ سے بتایا اور اٹھ کر چائے بنانے چلا گیا، طیب نے حیرت سے کچن کی طرف جاتے شاہ زین کو دیکھا۔

''شاہ زین!'' حیدر شاہ زین کو پکارتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا۔

''السلام علیکم!'' طیب نے کھڑے ہوتے ہوئے سلام کیا اور حیدر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''وعلیکم السلام!'' حیدر کی آنکھوں میں ناآشنائی واضح تھی۔

''مجھے طیب کہتے ہیں تم غالباً حیدر ہو۔'' طیب نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

''او...... میں حیدر ہوں۔'' حیدر نے گرمجوشی سے طیب کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھام لیا۔

''بہت ذکر سنا ہے شاہ زین اکثر تمہاری باتیں کرتا ہے۔''

''باتیں تو وہ تمہاری بھی بہت کرتا ہے۔'' طیب بھی ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''طیب تھینک یو سو مچ تم نے شاہ زین کا اتنا خیال رکھا۔''

''یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی وہ تو خود ہی اتنا سمجھ دار ہے۔''

''سمجھ داری تو نہیں ہے۔'' حیدر نے مدہم انداز میں افسوس سے کہا طیب نے سن تو لیا تھا لیکن خاموش ہی رہا۔

''خیر تم سناؤ کیا کرتے ہو؟'' حیدر موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

''میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا ہوں اور تم؟''

''فی الحال تو پڑھائی جاری ہے۔''

''چلو پھر ملاقات ہو گی ابھی میں چلتا ہوں۔'' طیب نے کچن سے نکلتے شاہ زین کو دیکھا اور کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

''اتنی جلدی۔'' شاہ زین نے چائے کے کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''چائے تو پی لو۔''

''نہیں پھر کبھی۔'' طیب نے سہولت سے انکار کیا، اگلی چند ملاقاتوں میں حیدر کی بھی طیب سے بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔

☆☆☆

پچھلے ڈیڑھ مہینے سے عجیب طرح کی قنوطیت اس پر طاری رہنے لگی تھی، جب سے اسے حیدر نے شہر بانو کے بارے میں بتایا تھا اس نے شہر کا کونہ کونہ چھان مارا تھا کہ شاید کہیں سے شہر بانو کا پتہ مل جائے، کئی بار اس کے پرانے ایڈریس پر بھی جا چکا تھا لیکن دروازے پر وہی قفل پڑا ہوا تھا، نظریں ہر وقت اسے ہی تلاشتی

"آئیں آنٹی۔" شاہ زین نے اٹھ کر ماہم اور طاہرہ آنٹی کو جگہ دی۔

"تم سب باتیں کرو میں ذرا اپنے ایک دوست کے ہاں جا رہا ہوں۔" پروفیسر صاحب اٹھ کر چلے گئے، طاہرہ آنٹی اور ماہم کے آجانے سے وہ کچھ مصروف ہوا تھا، تھوڑی ہی طیب بھی آگیا، عادل نے اپنے گھر کو خالی دیکھا تو دیوار پھلانگ کر آگیا۔

"لنگور کبھی تو سیدھے رستے سے آجایا کرو۔" شاہ زین نے عادل سے کہا جو دیوار سے چھلانگ لگاتے ہوئے نیچے گرا تھا اپنی پینٹ سے مٹی جھاڑ رہا تھا۔

"بھائی آپ کو نہیں پتہ میری اس بے چین طبیعت کے پیچھے کیا راز ہے۔" عادل کے انداز پر سب کو ہی ہنسی آگئی جبکہ عادل پاس ہی بینچ پر بیٹھ گیا۔

"بیٹا ہمیں تم سے یہ امید نہیں تھی۔"

"کیوں آنٹی کیا ہوا؟" طاہرہ آنٹی کے شکوہ کرنے پر شاہ زین پریشان ہو گیا۔

"اتنے دن ہو گئے ہماری طرف چکر ہی نہیں لگایا، نئی جاب ملتے ہی تم ہمیں بھول گئے ہو۔"

"نہیں آنٹی میں بھلا آپ سب کو کیسے بھول سکتا ہوں بس مصروفیات ہی کچھ بڑھ گئی ہیں۔" شاہ زین نے سابقہ بہانہ گڑھا۔

"شاہ زین بھائی اب آپ شادی کر ہی لیں اگر آپ کہیں تو خالہ امی اور چاچو رشتہ لے کر جا سکتے ہیں کیوں خالہ امی؟"

"ماہم کا آئیڈیا تو برا نہیں پروفیسر صاحب بھی یہی کہہ رہے تھے بلکہ ہم تو سوچ رہیں کہ طیب اور ماہم کی بھی شادی کر دی جائے ویسے بھی ماہم کے پیپرز ہونے والے ہیں باقی کی پڑھائی بعد میں ہوتی رہے گی۔" طاہرہ آنٹی کی بات پر ماہم نے سر جھکا لیا، طیب نے دلچسپی سے ماہم کے بدلتے رنگ کو دیکھا اس کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ آگئی۔

"سجاد بھائی کا فون آیا تھا کہہ رہے تھے اگلے مہینے آئیں گے۔" ماہم کے چہرے پر بکھرے سارے رنگ سجاد احمد کے ذکر کے ساتھ ہی ختم ہو گئے تھے، جب بھی سجاد احمد کا ذکر آتا اس کا ردعمل ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا تھا، بچپن میں پاپا کی وفات کے بعد سجاد احمد نے ہی گھر کو سہارا دیا تھا بہت چھوٹی عمر میں ہی ذمہ داریوں کا بوجھ کندھوں پر آن گرا تھا، انیس سال کی عمر میں دوبئی گئے تھے، واپس لوٹے بھی تو شادی کے لئے، ماہم کی پیدائش شادی کے دس سال بعد ہوئی تھی، ماہم نے سجاد احمد کو اپنی زندگی میں صرف تین بار دیکھا تھا، پہلی بار جب وہ چار سال کی تھی، دوسری بار جب وہ آئے تھے تو پاکستان میں لمبے عرصے تک رہے تھے، تب وہ سب مل کر بہت انجوائے کرتے تھے، وہ ہر شام طیب اور سجاد احمد کے ساتھ پارک جاتی تھی، اس عرصے میں وہ سجاد احمد کے ساتھ بہت مانوس ہو گئی تھی ان کے واپس دوبئی چلے جانے سے وہ ان کی کمی محسوس کرتی تھی اور آخری بار تب جب عادل کی پیدائش اور اس کی ماں کی وفات ہوئی تھی، سجاد احمد کے لئے بیوی کی وفات بہت بڑا دکھ تھا، وہ ایسے پردیس گئے کہ دو بچے بھی واپسی کا سبب نہ بن سکے اور اس لئے بھی کہ ان کے خیال میں بچوں کی ان کے بغیر بھی اچھی تربیت ہو رہی تھی، لیکن ان کی غیر موجودگی نے ماہم اور عادل کی زندگی میں ایک خلا پیدا کر دیا تھا، سجاد احمد کی مصروفیات

رہتی، انسان کی خوشیوں کا دورانیہ بہت تھوڑا ہوتا ہے اور جب انسان خوش ہوتا ہے تو لگتا ہے کہ بس اب کبھی کوئی پریشانی نہیں آئے گی اور وہ خوشی کے انہی مختصر لمحات میں زندگی بھر کی منصوبہ بندی کر لیتا ہے لیکن جیسے ہی خوشگوار لمحے اس کی مٹھی سے سرکتے ہیں تو اسے پتہ چلتا ہے کہ اس کی اوقات تو کچھ بھی نہیں، اس کے منصوبے اس کی پلاننگ سب بہت تھوڑے وقت کے لئے ہوتے ہیں اصل پلاننگ تو اوپر بیٹھا اللہ کرتا ہے، شاہ زین کو بھی اپنی خوشیاں بہت مختصر لگ رہی تھیں، جاب کے پہلے دن صبح وہ کتنا خوش تھا بہت عرصے بعد اصل خوشی کو اپنے اندر محسوس کیا تھا، خوشی کے ان چند لمحوں میں اس نے زندگی بھر کے کتنے ہی خواب دیکھ لئے تھے، دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے مڑ کر گیٹ کی طرف دیکھا، پروفیسر صاحب کو اندر آتا دیکھ کر پائپ کیاری میں رکھا اور ان کی طرف بڑھا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! برخوردار کہاں ہوتے ہو آج کل اب تو کافی دن ہو گئے تھے گھر بھی چکر نہیں لگایا۔"

"بس مصروفیات ہی کچھ بڑھ گئیں ہیں۔" شاہ زین نے کرسی کا رخ سیدھا کیا اور پروفیسر صاحب کے بیٹھنے کے بعد خود بھی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا لیں گے آپ ٹھنڈا یا گرم۔"

"میں تو دو گھڑی تمہارے پاس بیٹھنے آیا ہوں اتنے دنوں سے ملاقات جو نہیں ہوئی تم ان تکلفات میں نہ پڑو۔"

"ایسی بات نہیں ہے۔" شاہ زین جھینپ سا گیا۔

"اور سناؤ کیسے دن گزر رہے ہیں کیا مصروفیات ہیں۔"

"بس گزر ہی رہے ہیں۔" شاہ زین کے لہجے میں مایوسی آگئی تھی۔

"زندگی اگر گزاری جائے تو مشکل ہو جاتی ہے اسے جینا سیکھو۔"

"لیکن زندگی جینے کی کوئی وجہ تو ہونا۔"

"زندگی بذات خود جینے کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔"

"اور تم جیسے نوجوان کے منہ سے مایوسی کی باتیں بالکل بھی اچھی نہیں لگتیں۔" پروفیسر صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور ہلکا سا مسکرائے، پروفیسر صاحب کی باتیں اسے ہمیشہ حوصلہ دیتی تھیں، انہوں نے کبھی اسے باقاعدہ طور پر نہیں سمجھایا تھا اور نہ نصیحت کی تھی، لیکن ان کی باتیں ہی سمجھانے کے لئے کافی ہوتی تھیں، پچھلے ایک سال سے اس نے پروفیسر صاحب سے بہت کچھ سیکھا تھا، شاہ زین ہولے سے مسکرا دیا۔

"آپ کو کچھ تو لینا ہی ہو گا میں ٹھنڈا لے آتا ہوں۔" شاہ زین نے اٹھتے ہوئے اصرار سے کہا تو پروفیسر صاحب نے اسے بازو سے پکڑ کر بٹھا رہنے کو کہا، تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد جب پروفیسر صاحب جب اٹھ کر جانے لگے تو گیٹ سے طاہرہ آنٹی اور ان کے پیچھے ماہم گھر میں داخل ہوئی۔

"لو بھئی شاہ زین ہم چلتے ہیں یہاں تو بڑے بڑے لوگ آ رہے ہیں۔" پروفیسر صاحب نے طاہرہ آنٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو شاہ زین اور ماہم مسکرا دیئے جبکہ طاہرہ آنٹی جھینپ گئیں۔

بڑھتی چلی گئیں انہیں پردیس راس آ گیا، جب بھی کبھی واپس آنے کی کوشش کی کاروباری مصروفیات آڑے آتی رہیں اور فاصلے بڑھتے ہی چلے گئے۔

"سجاد انکل اگلے مہینے واپس آ رہے ہیں بڑی اچھی بات ہے۔" شاہ زین خوشدلی سے بولا۔

"ماہم تم کہاں چلی؟" طیب ماہم کے تاثرات پڑھ چکا تھا اسے اٹھتا دیکھ کر بولا۔

"میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" ماہم سنجیدگی سے بولی۔

"نہیں تم رہنے دو میں بنا کر لاتا ہوں۔" شاہ زین نے ماہم کو منع کیا، جو بھی تھا ماہم مہمان اور وہ میزبان تھا اور اسے آداب میزبانی نبھانے آتے تھے۔

"نہیں شاہ زین بھائی میرے ہوتے ہوئے آپ چائے نہیں بنا سکتے۔" ماہم نے مسکرانے کی کوشش کی اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"ساتھ بسکٹ بھی لیتی آنا۔" طیب نے پیچھے سے ہانک لگائی، اس کے یوں بولنے کا مقصد صرف اور صرف ماہم کا دھیان بٹانا تھا وہ جانتا تھا کہ اب سارا غصہ اس پر ہی نکلے گا۔

"اور کباب بھی۔" عادل بھی بولا۔

"تم جیسا ندیدہ انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

"بھائی میں نے کیا کیا ہے؟" طیب نے عادل کے سر پر چت لگائی تو عادل آنکھیں گھماتے ہوئے معصومیت سے بولا۔

"طیب، عادل بیٹا بری بات ہے۔" طاہرہ آنٹی نے دونوں کو تنبیہی نظروں سے گھورا تو شاہ زین مسکرا دیا، شاہ زین ان کی نوک جھونک سے

خوب لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ اتنے میں باہر بیل ہوئی۔

"حیدر ہوگا۔" شاہ زین نے اٹھتے ہوئے کہا اور گیٹ کھولنے چل دیا۔

"کمینگی کی بھی انتہا۔" حیدر چہرے پر غصہ سجائے گاڑی سے باہر نکلا لیکن لان میں باقی سب کو دیکھ کر خاموش ہو گیا، حیدر کے یوں چپ کر جانے پر شاہ زین زیر لب مسکرا دیا، وہ جانتا تھا کہ حیدر کو کس بات پر غصہ ہے، کل شام سے حیدر نے اسے کئی بار کال کی تھی اور اس نے کسی بھی کال کا جواب نہیں دیا تھا۔

"السلام علیکم!" حیدر نے سب کو اجتماعی سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!"

"آنٹی یہ حیدر ہے میرا بہترین دوست اور بھائی بھی۔" شاہ زین نے طاہرہ آنٹی سے حیدر کا تعارف کروایا۔

"اور حیدر یہ طاہرہ آنٹی ہیں طیب کی والدہ۔"

"تمہارے ہاتھ پر کیا ہوا ہے؟" شاہ زین نے حیدر کے ہاتھ پر لگے دھبوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"او...... صاف تو کیا تھا، گاڑی کے پاس کھڑا تھا پتہ ہی نہیں چلا کدھر سے گندے آموں کا شاپر گاڑی پر آ کر گرا لیکن اللہ کا شکر ہے کپڑے بچ گئے تھے، لیکن ہاتھ گاڑی کے اوپر رکھے تھے گندے ہو گئے۔" حیدر کے بتانے پر عادل کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"میں ہاتھ دھو کر آتا ہوں۔" حیدر اٹھ کر اندر چلا گیا، وہ باہر جانے کی بجائے کچن کی طرف چلا آیا۔

"اب کیا کرنے آ رہے ہیں وہیں رہیں جہاں ہیں مجھے اور عادل کو اب ان کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ مسلسل بڑبڑاتے ہوئے چائے بنا رہی تھی۔

حیدر نے دلچسپی سے اسے خود سے باتیں کرتے سنا، میٹھی لیکن خفا سی آواز میں وہ خود سے ہی لڑائی کر رہی تھی اس نے اپنے آنسو پونچھے اور چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔

ماہم کیبن سے بسکٹ لینے کے لئے مڑی تو اپنے پیچھے کھڑے کسی وجود سے ٹکرا گی۔

"کک...... کون؟" اسے یوں کسی کی موجودگی کی توقع نہیں تھی وہ کچھ بوکھلا گئی۔

"میں...... وہ پانی پینے آیا تھا۔" حیدر نے صفائی دیتے ہوئے کہا اور فریج کی جانب مڑا، اسے یوں اس کے اچانک واپس مڑنے اور پھر اس سے ٹکرا جانے کی امید نہیں تھی، وہ تو کسی ربورٹ کی طرح اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا، ماہم نے جلدی سے چائے کی ٹرے اٹھائی اور کچن سے باہر نکل گئی، جبکہ حیدر نے بھی گہری سانس خارج کی اور زیر لب مسکرا دیا۔

☆☆☆

اس شام وہ دیر تک ماہم کے بارے میں سوچتا رہا تھا، اس کا خود سے خفا سا چہرہ اس کی آنکھوں میں اتر آیا تھا، وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کے بارے میں سوچے جا رہا تھا، رات دیر تک وہ اس کے خیالوں سے پیچھا نہیں چھڑا سکا تھا، ایسے جیسے وہی ایک لحہ آنکھوں میں ٹھہر گیا ہو، اگلی صبح آنکھ کھلتے ہی پہلا خیال اس مہوش کا آیا تھا، حیدر کے لبوں پر ہلکی سے مسکراہٹ آ گئی، کچھ دیر یونہی قالین پر لیٹا رہا اور پھر فریش ہو کر نیچے آ گیا۔

"ناشتہ لے آؤ۔" ملازم سے کہتا ہوا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

شاہ زین کے جانے کے بعد شاید ہی اس نے انکل اور مما کے ساتھ ناشتہ کیا ہوگا پہلے بھی زیادہ تر کھانا شاہ زین کے ساتھ مل کر کھاتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ انکل مما کے ساتھ بھی کبھی کھانا کھا لیتا تھا، لیکن شاہ زین کے جانے کے بعد تو تقریباً چار سے پانچ بار ہی اس نے ڈائننگ ٹیبل پر مما اور انکل کا کھانے میں ساتھ دیا ہوگا، اس نے شاہ زین کی خالی کرسی کو دیکھا، اس سب جائیداد کا اصل وارث سب کچھ چھوڑ کر چلا گیا تھا، اس نے ایک نظر قیمتی فرنیچر اور دیدہ زیب پردوں سے آراستہ گھر پر ڈالی، اسے اپنا آپ بہت چھوٹا لگا، ملازم کب اس کے سامنے ناشتہ رکھ کر گیا اسے پتہ ہی نہیں چلا وہ ناشتہ کئے بغیر ہی اٹھ کر جانے لگا جبھی فون پر بیل بجی، حیدر نے فون اٹھا لیا۔

"ہیلو۔"

"حسن صاحب کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی ہے انہیں اس وقت ہاسپٹل لے گئے ہیں۔" انکل کے آفس سے کسی کا فون تھا۔

"کس ہاسپٹل میں؟" حیدر نے ہاسپٹل کا نام پوچھا اور ریسور کریڈل پر رکھتے ہوئے ملازم کو آواز دی۔

"غلام نبی مما کو بتا دینا کہ انکل کی طبیعت خراب ہو گئی ہے اور وہ اس وقت سٹی ہاسپٹل میں ہے میں وہیں جا رہا ہوں۔" ملازم کو اطلاع دے کر وہ جلدی سے ہاسپٹل روانہ ہو گیا۔

"ڈاکٹر صاحب اب انکل کی طبیعت کیسی ہے؟" وہ اس وقت ڈاکٹر کے روم میں موجود تھا۔

"اب وہ ٹھیک ہیں ان کا شوگر لیول بہت

ہائی ہوگیا تھا کیا کوئی ٹینشن ہے؟"

"ٹینشن؟"

"جی ان کی یہ حالت بہت زیادہ ٹینشن کی وجہ سے ہوئی ہے کوشش کریں کہ انہیں کم سے کم ٹینشن ہو اور وہ ریلیکس رہیں۔"

"میں مل سکتا ہوں؟"

"انہیں روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے لیکن خیال رہے کہ مریض زیادہ باتیں نہ کرے۔"

"جی!" حیدر نے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھ کر انکل کے پاس آ گیا، وہ خاموشی سے آنکھیں بند کیے لیٹے تھے۔

"انکل اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" وہ ان کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔

"حیدر پلیز میرا ایک کام کرو کہیں سے بھی شاہ زین کو ڈھونڈ لاؤ۔" وہ حیدر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولے۔

"انکل وہ نہیں آئے گا۔" حیدر بے بسی سے بولا وہ شاہ زین کی ضد کو بہت اچھی طرح سے جانتا تھا۔

"تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے؟" ان کی آنکھوں میں امید ابھری۔

"جی!" حیدر کو ان کی امید توڑنا اچھا نہیں لگا تھا، اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں بہت برا ہوں بہت برا کیا میں نے اس کے ساتھ ایک میں اس سے معافی مانگ لوں گا بس تم اسے گھر لے آؤ۔"

"میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔"

"حسن کیا ہوا آپ کو؟" رخشندہ ناز کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی طبیعت کچھ خراب ہوگئی تھی۔" انہوں نے اپنے آنسو پونچھ لئے تھے، حیدر نے دیکھا کہ وہ اپنے دکھ رخشندہ ناز سے بھی چھپائے تھے۔

"مما آپ بھی ہار گئیں۔" حیدر نے سر جھکاتے ہوئے سوچا۔

درد چاہے جتنے بھی چھپائے جائیں آنسوؤں کی صورت آنکھوں سے چھلک ہی پڑتے ہیں، حسن مراد کی طبیعت بھی اب اکثر خراب رہنے لگی تھی، دکھوں کا بوجھ جو بڑھ گیا تھا، رخشندہ ناز خراب طبیعت اور نم آنکھوں کی وجہ بخوبی جانتی تھیں، حیدر خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔

"حیدر!" کچھ ہی لمحوں بعد اسے پیچھے سے مما کی آواز سنائی دی، وہ واپس پلٹا۔

"شاہ زین سے کہو کہ وہ لوٹ آئے وہ گھر اسی کا ہے۔" حیدر نے بغور مما کی طرف دیکھا، دل کی بات آنکھوں تک تو آتی تھی لیکن زبان سے ادا نہیں ہوتی تھی۔

"مما اب کیوں اب جب وہ اپنا سب کچھ خود ہی ہار کر جا چکا ہے تو آپ صلح کرنا چاہتی ہیں۔" حیدر دل کی تلخی زبان پر نہیں لانا چاہتا تھا لیکن دل پر بوجھ اتنا بڑھ گیا تھا کہ وہ بول ہی پڑا۔

"انسانی کی غلطی کی کوئی عمر نہیں ہوتی مجھ سے غلطی ہوئی ہے اسے کہنا میں ازالہ کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ کا ازالہ اس کی محرومیوں کو دور نہیں کر دے گا۔" اس نے ایک نظر رخشندہ ناز کے شرمندہ سے چہرے پر ڈالی اور وہاں سے چلا آیا، اسے اپنی ماں کی اسی شرمندگی سے ڈر لگتا تھا، اسے ہمیشہ سے ان لمحوں سے خوف آتا تھا جب شاہ زین اور مما اپنی اپنی ضد اور انا سے نیچے آئیں

گے اور خالی ہاتھ ہوں گے، وہ کربناک لمحہ آ کر گزر گیا تھا، شاہ زین اور رخشندہ ناز کی جنگ میں حیدر نے بھی بہت کچھ کھویا تھا، بلکہ سب کچھ کھویا تھا پایا کچھ نہیں تھا۔

☆☆☆

شروع شروع میں جب شاہ زین گھر چھوڑ کر گیا تھا تو انہیں لگا کہ شاید یہ بھی اس کی سازش ہو گی، دماغ اس بات کو تسلیم کرنے سے قاصر تھا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر چلا گیا ہے، وہ تو ہر وقت رخشندہ ناز کو نیچا دکھانے کی باتیں کرتا تھا اور پھر یوں اس طرح سب کچھ چھوڑ کر چلے جانا ان کے لئے بہت عجیب تھا لیکن جس طرح وہ اپنی شکست تسلیم کر کے گیا تھا، جس شکست خوردہ لہجے میں اس نے ان کی فتح اور اپنی شکست کا اعلان کیا تھا اس طرح سے جانا کوئی سازش نہیں ہو سکتی تھی، شروع شروع میں تو رخشندہ ناز نے نوٹس نہیں کیا تھا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا وہ شاہ زین کی کمی محسوس کرنے لگی تھیں، اس کے ساتھ ہونے والی طنزیہ گفتگو یاد آنے لگی تھی، دوستی کا نہ سہی دشمنی کا رشتہ ہی سہی لیکن کچھ رشتہ تو تھا، اس کے جانے کے بعد انہیں احساس ہوا تھا کہ شاہ زین سے نفرت کا جذبہ ہی سہی لیکن وہ بہت اہم تھا اور پھر اس دن حسن نے جو کچھ بھی شاہ زین سے کہا۔ وہ باپ بیٹے میں بھی فاصلہ تو دیکھنا چاہتی تھیں اور جب وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو چکی تھیں تو وہ اپنی اس فتح پر خوش کیوں نہیں تھی، پچھتا کیوں رہی تھیں، وہ شاہ زین کو جائیداد سے بے دخل کرنا چاہتی تھیں تو وہ جائیداد اور سب کی زندگیوں سے خود ہی بے دخل ہو گیا، پھر اب ندامت کے آنسو کیوں؟ دل پر اتنا بوجھ کیوں تھا، ٹیرس پر کھڑی رخشندہ ناز نے لمبی سانس خارج کی ایسے جیسے سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہو، مالی لان میں پودوں کی کانٹ چھانٹ کر رہا تھا۔

☆☆☆

"کہیں جا رہے ہو کیا؟" حیدر شاہ زین کو پیکنگ کرتا دیکھ کر بولا۔

"ہاں کمپنی کی طرف سے ایک Delgation کے ساتھ اسلام آباد جا رہا ہوں۔"

"بہت جلدی میں لگ رہے ہو؟"

"ہاں ابھی نکلنا ہے۔" شاہ زین نے الماری سے دو سوٹ نکال کر بیگ میں تقریباً ٹھونسے۔

"آئی ایم سوری لیکن مجھے خود بھی ابھی پتہ چلا ہے۔" شاہ زین ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا ضروری سامان اٹھاتے ہوئے بولا اس کی تیزی بتا رہی تھی کہ وہ کتنی جلدی میں ہے، حیدر، شاہ زین سے واپس گھر جانے کی بات کرنے آیا تھا لیکن فی الحال بات کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

"کب تک آؤ گے؟" حیدر ڈریسنگ ٹیبل کے کنارے پر ٹکتے ہوئے بولا۔

"ایک ہفتہ تو لگ ہی جائے گا۔" شاہ زین نے سائیڈ ٹیبل سے والٹ اور موبائل اٹھایا لیکن والٹ نیچے گر گیا تھا اور جلدی کی وجہ سے پاؤں کی ٹھوکر سے بیڈ سے نیچے چلا گیا تھا۔

"اوہو۔" شاہ زین نے جھنجلاتے ہوئے کہا اور بیڈ سے نیچے جھانکا ہاتھ سے نکالنا ناممکن تھا۔

"چھت پر ایک لوہے کی لمبی سلاخ تو ہے۔" شاہ زین سیدھا ہوتے ہوئے بولا۔

"میں لا دیتا ہوں تم باقی پیکنگ کر لو۔"

حیدر اٹھ کر باہر چلا گیا، شاہ زین کو واقعی ہی دیر ہو

رہی تھی، اس نے تیزی میں بیگ کی زپ بند کی اور فریش ہونے کے لئے باتھ روم میں چلا گیا، حیدر چھت پر چلا آیا، سلاخ اٹھا کر واپس مڑنے لگا جب اسے ساتھ والی چھت پر وہی چہرہ نظر آیا، وہ ہلکے پیلے رنگ کی قمیض اور سفید شلوار میں ملبوس تھی، دھوپ کی وجہ سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا، اس نے بالوں کو کیچر کی مدد سے گردن سے کچھ اوپر قید کر رکھا تھا جبکہ دوپٹے کو گلے میں ڈال کر پیچھے سے گرہ لگائی ہوئی تھی اور ٹوکری سے دھلے ہوئے کپڑے نکال کر تار پر پھیلا رہی تھی، پسینے کی بوندیں چہرے پر کسی ندی کی مانند بہہ رہی تھیں، حیدر نظریں ہٹانا بھول گیا تھا، ماہم نے سارے کپڑے دھوپ میں پھیلا کر پسینہ صاف کیا اور پھر چھت پر ایک طرف لگی ٹونٹی سے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، پیچھے والے گھر میں امرود کے درخت پر جھک کر ایک کچا امرود توڑا اور پھر اسے دھو کر کھاتی ہوئی خالی ٹوکری اٹھائے سیڑھیاں اتر گئی، حیدر سانس روکے کسی سحر کے زیر اثر آخری جھلک تک اسے دیکھتا رہا تھا، اسے دیکھتے ہی اسے اپنا آپ بہت بے بس لگتا، اپنی ہی نظروں پر اختیار نہیں رہتا تھا اور وہ اس سے نظریں ہٹانے میں بری طرح ناکام رہتا تھا، وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو حیدر اپنی اس بے وقوفی پر مسکرا دیا اور پسینہ صاف کرتے ہوئے نیچے اتر گیا، یہ اسے اپنی بے وقوفی ہی لگتی تھی، لیکن اختیار سے بالکل باہر، یہ محبت تھی یا بے وقوفی جو بھی تھا، لیکن اسے دیکھنا اسے سوچنا اچھا لگتا تھا۔

☆☆☆

میٹنگ اٹینڈ کرنے کے بعد وہ واپس ہوٹل آ گیا تھا، ابھی اور بھی کچھ مصروفیات تھیں جن کی وجہ سے وہ اگلے دو دن تک یہیں تھا، کمرے میں بالکل اکیلا بور ہو رہا تھا ٹائم پاس کرنے کے لئے ٹی وی آن کیا لیکن جلد ہی بند کر دیا، وقت گزارنے کے لئے وہ یونہی ہوٹل سے باہر آ گیا اور ٹیکسی لی۔

"کدھر جانا ہے؟" ٹیکسی والے نے مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم چلو میں بتاتا ہوں۔" شاہ زین خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اس نے کدھر جانا ہے وہ تو بوریت کو بھگانے کے لئے یونہی باہر آ گیا۔

"ایسا کرو مارگلہ ہلز کی طرف لے چلو۔" شاہ زین کچھ سوچتے ہوئے بولا تو ڈرائیور نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

تبھی اس کی نظر بس پوائنٹ پر کھڑے ایک چہرے پر نظر پڑی ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ اسے پہچان چکا تھا، اسی کی تلاش میں تو ہر وقت اس کی نظریں بھٹکتی رہتی تھیں، وہ شہر بانو ہی تھی۔

"گاڑی روکو۔" شاہ زین کے یوں اچانک ہنگامی حالت میں بولنے پر ڈرائیور ڈر سا گیا اور فوراً سے بریک پر پاؤں رکھ دیا، ٹیکسی ایک جھٹکے سے رک گئی، شاہ زین جلدی سے باہر نکلا تبھی پوائنٹ پر بس آ کر رکی اور وہ اس میں سوار ہو گئی، شاہ زین کی طرف بھاگا لیکن سواریوں کے سوار ہونے کے بعد بس آگے بڑھ گئی تھی، شاہ زین جلدی سے بھاگ کر ٹیکسی کی طرف آیا۔

"اس بس کو فالو کرو۔"

ڈرائیور نے ٹیکسی بس کے پیچھے لگا دی، جب شہر بانو اپنے سٹاپ پر اتری تو شاہ زین نے ٹیکسی رکوائی والٹ سے گنے بغیر سو کے چند نوٹ نکال کر ڈرائیور کو تھمائے اور شہر بانو کے پیچھے بھاگا۔

"شہر بانو!" اپنا نام سن کر شہر بانو پیچھے مڑی اور پھر جیسے پتھر کی ہو گئی ہو، شاہ زین اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا یہ خواب تھا یا حقیقت اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کتنے ہی لمحے حقیقت کو خواب سمجھتے ہوئے بیت گئے تھے، جب آنکھوں کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی خواب نہیں حقیقت ہے تو آنکھوں میں نمکین پانی تیرنے لگا۔

"شہر بانو!" شاہ زین بے چینی سے بولا۔

"بہت برے ہو تم۔" شہر بانو نے روتے ہوئے کہا۔

"ہاں جانتا ہوں۔"

"لیکن تم اچھی ہو نا پلیز مجھے معاف کر دو۔"

"بہت دکھ دیئے ہیں تم نے مجھے اب معافی مانگنے آ گئے ہو میری معافی کی بھلا تمہیں کیوں ضرورت پڑ گئی جاؤ واپس لوٹ جاؤ۔"

"کیسے لوٹ جاؤں تمہارے بغیر نہیں لوٹوں گا میں انکل سے بھی معافی مانگ لوں گا۔"

"معافی مانگنا اور دینا کیا اتنا آسان ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو اور پھر تمہاری شرمندگی گزرے وقت کو واپس نہیں لا سکتی اب کچھ بدل نہیں سکتا۔"

"میں تمہیں تمہارے پاس اپنی امانت چھوڑ کر گیا تھا۔" شاہ زین حق جتاتے ہوئے بولا۔

"انکل کی ساری شرائط پوری کر دی ہیں خود کماتا ہوں تمہاری ضروریات با آسانی پوری کر سکتا ہوں، اپنے کسی بڑے کو لانے کا کہا تھا انہوں نے تو وہ بھی لے آؤں گا، شہر بانو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا اب کبھی بھی کچھ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔" شہر بانو پھٹ ہی پڑی تھی ایک لاوا تھا جو باہر آیا تھا، شاہ زین کے لئے اسے سنبھالنا مشکل ہونے لگا تھا۔

"ہاتھ مت لگاؤ مجھے کچھ نہیں لگتی میں تمہاری کوئی رشتہ نہیں ہے تمہارا میرے ساتھ۔"

"ایسا مت کہو۔" شاہ زین دکھ سے بولا۔

"کس حق کی؟ کس امانت کی بات کرتے ہو تم، یہاں کچھ بھی تمہارا نہیں ہے، اب میں کسی اور کی امانت ہوں۔" شہر بانو چیخ کر بولی، شاہ زین کو لگا جیسے ساتوں آسمان اس پر آ گرے ہوں۔

"کک...... کیا کہا تم نے؟" شاہ زین کو لگا جیسے اس کی سماعتوں نے کچھ غلط سن لیا ہو۔

"تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟" شاہ زین کو اپنی آواز کسی کنوئیں سے آتی محسوس ہوئی۔

"بہت سے کام وقت کی مجبوری ہوتے ہیں۔" شہر بانو نے آنسو پونچھتے ہوئے خود کو کمپوز کیا۔

"اور تم مجھے انتظار کی صلیب پر لٹکا کر چلے گئے تھے تمہاری وجہ سے بدنامی کا جو داغ مجھ پر لگا وہ تمہاری معافیاں بھی نہیں دھو سکتیں، اس محبت کی وجہ سے میں خود کو ابا کی نظروں میں بہت چھوٹا محسوس کرتی ہوں، اس محبت نے مجھ سے میرا مان میرا اعتماد سب کچھ چھین لیا ہے، محض بدنامی ہی میرا مقدر بنی ہے، اگر کچھ تھوڑا بہت بچا ہے تو اب اسے راکھ مت بناؤ اور تم کس شہر بانو پر اپنا حق جتا رہے ہو، وہ شہر بانو جو تم سے محبت کرتی تھی وہ تو کب کی مر گئی برسوں میری رسم حنا ہے اور وہاں شہر بانو ہی ہو گی لیکن وہ نہیں جسے کبھی تم جانتے تھے، اس لئے تم واپس لوٹ جاؤ یہاں تمہارا کوئی نہیں اب۔" شہر بانو نے آنسو گلے میں اتارتے ہوئے کہا اور وہاں سے چلی گئی، جس شہر بانو کو شاہ زین جانتا تھا وہ واقعی ہی کہیں نہیں

تھی، شاید وقت کی دھول میں کہیں کھوئی تھی، شاہ زین نے دھندلائی ہوئی نظروں سے اسے خود سے دور جاتے دیکھا۔

☆☆☆

شہربانو کو کھونے کی اذیت کم نہیں تھی پہلے امید تھی کہ شاید وہ کبھی اسے مل جائے، لیکن نہ ملنے اور کھونے کے درمیان بہت فرق ہوتا ہے، اس کا دل کر رہا تھا کہ ہر چیز کو تباہ برباد کر دے، ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ شہربانو پر کسی اور کا حق ہو وہ تو صرف اس کی تھی، یہی بات اس کا نادان دل ماننے سے انکاری تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔" اس نے دل ہی دل میں ارادہ کیا، لیکن سب کیسے نہیں ہونے دے گا وہ کچھ نہیں جانتا تھا، اس نے جیب سے موبائل نکالا اور حیدر کا نمبر ڈائل کیا اور پھر حیدر کو ساری بات بتا دی۔

"تم پریشان نہ ہو میں پہلی یہ فلائٹ سے اسلام آباد پہنچتا ہوں۔" اور پھر حیدر طیب کو اطلاع دے کر اگلی صبح اسلام آباد شاہ زین کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"زین بہتر تو یہی ہے کہ انکل سے معافی مانگ لیں۔"

"آئی ایم شیور انکل حسن مان جائیں گے نہ صرف مان جائیں گے بلکہ شہربانو کے ابا کو قائل بھی کر لیں گے تم بلکہ نہیں میں خود انکل سے بات کرتا ہوں۔" حیدر نے جیب سے موبائل نکالا۔

"نو...... وے Never۔" شاہ زین نے حیدر کے ہاتھ سے موبائل لے لیا۔

"شاہ زین پلیز جھک جاؤ، واپس چلو سب تمہارا ہی انتظار کر رہے ہیں۔"

"کوئی اور طریقہ نہیں ہے؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں اور شہربانو......"

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا اس کے جینے کی کوئی وجہ تو چھوڑ دو پہلے ہی وہ کافی قیمت چکا چکی ہے۔" حیدر اس کی بات کاٹتے ہوئے سختی سے بولا تو شاہ زین نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

"پھر تم ہی بتاؤ میں کیا کروں میں اپنی آنکھوں سے سب کچھ ایسے ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔" کچھ لمحوں کے توقف کے بعد شاہ زین بے بسی سے بولا۔

"ہمارے ہوتے ہوئے ٹینشن کس بات کی ہے؟" طیب اندر داخل ہوا، پروفیسر صاحب اور طاہرہ آنٹی بھی ساتھ تھے۔

"آپ اس وقت یہاں۔" شاہ زین اور حیدر کی حیرانی پر تینوں فقط مسکرائے تھے۔

"برخوردار تمہارا رشتہ لے کر ہم جائیں گے ہم بھی تو تمہارے بڑے ہیں نا۔" پروفیسر صاحب نے مسکرا کر کہا تو شاہ زین خوشی سے ان کے گلے لگ گیا۔

"لیکن کیا وہ مان جائیں گے؟"

"کوشش کرنے میں تو کوئی حرج نہیں اگر اس طرح ہاتھ پھیلانے سے خوشیاں مل جائیں تو سودا گھاٹے کا نہیں۔"

"اور اگر نہ مانیں تو؟" شاہ زین کے خدشات اپنی جگہ پر تھے۔

"تو پھر اللہ کوئی اور راستہ دکھا دے گا۔" طاہرہ آنٹی نے تسلی دی شاہ زین پھیکا سا مسکرایا۔

"ویسے اگر ہم اس طرح سے رشتہ لے کر گئے تو سو فیصد چانسز ہیں کہ انکار ہی ہو گا کل رسم حنا ہے۔" طیب سنجیدگی سے بولا۔

"تو؟" حیدر سوالیہ انداز میں بولا۔

"تو یہ کہ میرے ذہن میں ایک پلان ہے

جس کے ذریعے ہم اگر سو فیصد تک نہیں تو پچھتر فیصد تک ضرور کامیاب ہو سکتے ہیں اور جب ہم پچھتر فیصد تک کامیاب ہو جائیں گے تو سمجھیں پچیس فیصد کامیابی بھی مل گئی۔"

"کیا مطلب؟" پروفیسر صاحب کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولے تو طیب نے سب کو اپنے ذہن میں چلنے والے منصوبے سے آگاہ کیا اور اپنے منصوبے کے مطابق حیدر اور طیب پروفیسر صاحب اور طاہرہ آنٹی کے ہمراہ شہربانو کے گھر رشتہ مانگنے پہنچ گئے تھے۔

"بہن آپ یہ کچھ سمجھائیں یہ دو دلوں کی خوشی ہے دو زندگیوں کا معاملہ ہے۔"

"لیکن یہ ہماری عزت کا معاملہ ہے۔"

"شہربانو جیسے آپ کی بیٹی ہے ویسے ہی ہماری بیٹی ہے ہم اسے عزت سے بیاہ کر لے جائیں گے۔"

"بس جو کہنا تھا کہہ چکے اب آپ یہاں سے جا سکتے ہیں۔" شہربانو کے ابا سخت لہجے میں بولے۔

"لیکن انکل آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں شاہ زین اور شہربانو ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔" حیدر نے قائل کرنا چاہا۔

"نام مت لو میری بیٹی کا کیوں تم لوگ ہماری خوشیوں کے پیچھے پڑ گئے ہو۔" طیب نے گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر بے بسی سے نگاہ حیدر پر ڈالی، نظروں کا تبادلہ ہوتے ہی حیدر نے بھی مایوسی کا اظہار کیا۔

"شاہ زین اچھا سلجھا ہوا لڑکا ہے تعلیم یافتہ ہے ماشااللہ سے برسر روزگار بھی ہے آپ کی بیٹی کو خوش رکھے گا۔" پروفیسر صاحب نے طیب اور حیدر کو مایوس ہوتے دیکھا تو قائل کرنے کو آگے بڑھے۔

"آپ سب کو سمجھ کیوں نہیں آ رہا آج شہربانو کی رسم حنا ہے، جو آپ کر رہے ہیں وہ عزت دار لوگوں کا شیوا نہیں ہے۔" شہربانو کی والدہ بولیں۔

"تم امیر زادے ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔" شہربانو کی والدہ بے بسی سے بولیں۔

"ہمارے ہاں یہ رواج نہیں ہے کہ گھر آئے مہمان کو بے عزت کر کے نکالا جائے بہتر یہی ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔" شہربانو کے ابا نے حتمی لہجے میں کہا ایسے جیسے اب بات کرنا ناممکن ہے اور منہ دوسری جانب موڑ لیا۔

"آپ کو سمجھ کیوں نہیں آ رہا شہربانو اس شادی سے راضی نہیں ہے، وہ شاہ زین کو ہی پسند کرتی ہے وہ کسی اور کو خوش نہیں رکھ سکتی۔" طیب کی نظریں باہر گیٹ پر ہی جمی ہوئی تھیں جیسے ہی گیٹ کھلا اس کی آنکھوں میں چمک در آئی اس نے حیدر کا ہاتھ تھاما تو اس نے بھی باہر کی جانب دیکھا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ پہلے بھی ایک بار شاہ زین اور میں کسی نہ کسی طرح سے شہربانو کا حوالہ رہ چکے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ نے یہ اصلیت لڑکے والوں سے چھپائی ہو گی، آپ شہربانو کے ساتھ زبردستی کر کے دو نہیں تین انسانوں کی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں، لڑکے کے خاندان کو بھی اندھیرے میں رکھا ہوا ہے یہ دھوکہ ہے۔" حیدر بول رہا تھا۔

"بہت خوب بہت خوب اپنی بیٹی کے عیبوں پر پردہ ڈال کر ہمارے سر تھوپنے چلے تھے۔" ایک پینسٹھ سالہ عورت اندر داخل ہوئی ساتھ ایک نوجوان لڑکی بھی تھی دونوں نے کامدار

ریشمی سوٹ پہن رکھے تھے۔

"آپ یہاں اس وقت۔" شہربانو کی والدہ اور والد کے یکدم ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے۔

"ہاں ہماری قسمت اچھی تھی جو اس وقت آگئے ورنہ پتہ نہیں آپ کس کردار کی بیٹی کو میرے بیٹے کے گلے ڈالنے چلے تھے۔"

"ایسا مت کہیں میری بیٹی ایسی نہیں ہے۔" شہربانو کے والد کی آواز درد سے بھرا گئی جبکہ والدہ کی تو جیسے کسی نے آواز ہی سلب کر لی ہو، حیدر نے خود کو مضبوط رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔

"جیسی بھی ہے ہمیں نہیں چاہیے ہماری طرف سے یہ رشتہ ختم سمجھیں۔"

"آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں میری بات تو سنیں۔"

"کیا سنوں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے شرافت کا یہ پول پہلے ہی کھل گیا۔"

"بس جو بولنا تھا آپ بول چکیں وہ رہا باہر کا راستہ۔" طیب نے لوہا گرم دیکھا تو چوٹ لگائی۔

"اے ہائے یہ لڑکا کون ہے کیسا بدتمیز اور بد لحاظ ہے۔"

"آپ سے تو کم ہی بدلحاظ ہوں۔" طیب جواباً بولا، پروفیسر صاحب کو طیب کے لڑاکا انداز پر ہنسی آگئی لیکن صورتحال کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ہنسی کو کنٹرول کر گئے تھے، ان دو خواتین نے ان کا کام اور بھی آسان کر دیا تھا، طیب اور حیدر نے پہلے لڑکے کے خاندان کا پتہ کروایا تھا، ان کے شادی کے معمولات کی خبر کیسے لی تھی یہ وہی جانتے تھے اور پھر عین اس وقت وہ شہربانو کے گھر رشتہ لے کر آئے تھے جب لڑکے والوں کے آنے کا ارادہ تھا، لیکن اس سے پہلے وہ نامعلوم نمبر سے لڑکے والے کے دلوں میں شک کا بیج بو آئے تھے، طریقہ غلط ضرور تھا لیکن مقصد ہرگز غلط نہیں تھا، وہ دونوں خواتین بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"انکل ایسے لوگوں کے ہاتھ میں بیٹی دینے سے بہتر ہے کہ انسان ساری عمر بیٹی کو اپنے گھر میں ہی بٹھا کر رکھے۔" حیدر نے بھی وار کیا۔

"اور ساری عمر بیٹی کو گھر میں بٹھانے سے بہتر ہے کہ اپنی اتنی معصوم اور پیاری بیٹی کا ہاتھ شاہ زین جیسے محبت کرنے والے انسان کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔" طاہرہ آنٹی نے بات آگے بڑھائی، شہربانو کے والد کرسی پر ڈھے سے گئے، ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں جبکہ والدہ سکتے کی حالت میں گم صم بیٹھی تھیں، دوسری بار ایسا ہوا تھا کہ ان کی بیٹی کے پاکدامن پر کیچڑ اچھالا گیا تھا۔

"بھائی صاحب شکر کریں اللہ نے پہلے ہی بچا لیا، شاہ زین کا رشتہ اب بھی اپنی جگہ ہے، ہم شہربانو کو اپنی بیٹی ہی بنا کر لے جائیں گے۔" پروفیسر صاحب حلیمی اور ہمدردی سے بولے تو شہربانو کے والد نے سانس اندر کھینچ کر آنسو پینا چاہے اور کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھے اور کمرے میں موجود افراد کو مڑ کر ایک نظر دیکھا۔

"زاہدہ انہیں کہو کہ کل برات لے کر آجائیں۔" انہوں نے درد بھری آواز میں کہا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے، کھڑکی کے ساتھ کھڑی شہربانو ابا کو کمرے سے باہر نکلتے دیکھا، وہ ساری گفتگو سن چکی تھی، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے عزت ملی تھی یا پھر

ایک بار ذلیل و رسوا ہوئی تھی، خدا کے سامنے شکر کرے یا شکوہ، آنسو روانی کے ساتھ اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے جبکہ اس کے ساتھ والے کمرے میں موجود افراد کے لبوں پر خوشی بھری مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔

☆☆☆

شادی کی جو بھی تیاریاں کی گئیں تھیں اسی مختصر سے وقت میں کی گئیں تھیں۔

"بھائی صاحب بچوں کی پہلی خوشی ہے ہم ساری رسمیں ادا کریں گے۔" طاہرہ آنٹی نے شہربانو کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا، فوراً سے مہندی کا جوڑا لا کر مہندی کی رسم ادا کی گئی تھی، جبکہ شادی والے دن شہربانو اور شاہ زین کے ہمراہ بوتیک سے دولہا اور دلہن کا جوڑا خریدا گیا تھا، نکاح کی تقریب شام میں کی گئی تھی، کیونکہ دن کے وقت شاہ زین کو ضروری میٹنگز اٹینڈ کرنی تھیں رخصتی تو کر دی گئی تھی لیکن ولیمے کی رسم فی الحال ملتوی کر دی گئی تھی۔

☆☆☆

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہماری شادی ہو چکی ہے اور وہ بھی اتنے ڈرامائی انداز میں۔"

"ہاں لیکن ایسا ہی ہوا ہے۔" شہربانو مسکراتے ہوئے بولی۔

"جانتی ہو یہ سب حیدر اور طیب کی سکیم تھی، انہوں نے جان بوجھ کر ایسی سچویشن کری ایٹ کی تھی کہ لڑکے والوں کو رشتہ توڑنا ہی پڑا۔"

"کیا مطلب؟" شہربانو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تقدیر سے چھین کر لایا ہوں تمہیں۔" شاہ زین مسکرا کر بولا۔

"جی نہیں تمہارا کوئی کمال نہیں سب حیدر کی ذہانت ہے اور تقدیر کو چیلنج مت کرو تقدیر میں ایسا ہونا ہی لکھا تھا ہم نے ایسے ہی ملنا تھا۔"

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو کہ اگر میں تقدیر سے کچھ چھین سکتا تو اپنی ماما کو چھین لیتا پاپا سے اتنا دور نہ ہوتا۔" شاہ زین سنجیدگی سے بولا اور پھر پھیکا سا مسکرایا۔

"ویسے تم حیدر کی ذہانت کی قائل ہو گئی ہو میری محبت کی طاقت پر یقین نہیں آیا تمہیں۔"

"حیدر کی ذہانت کی قائل میں اب سے نہیں بہت پہلے سے ہوں اور تم مجھے کتنا اپنی محبت کا قائل کرتے ہو یہ تم پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔" شاہ زین نے شہربانو کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ نظریں جھکا گئی۔

"لیکن تم آئندہ کبھی ایسا نہیں کرو گے۔" شہربانو چند لمحوں تک اپنی منتشر سانسوں کو متوازن کرنے کے بعد بولی۔

"کیسا نہیں کروں گا؟"

"اب یوں کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔" شہربانو خفگی سے بولی۔

"کبھی نہیں کروں گا اگر ایسا سوچوں بھی تو گنہگار کہلاؤں۔" شاہ زین نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا تو شہربانو دھیما سا مسکرائی، چاہے جانے کا احساس بہت دلفریب تھا۔

"ہم گھر کب تک پہنچیں گے؟"

"انشاء اللہ ایک گھنٹے تک۔" شہربانو کے پوچھنے پر شاہ زین نے بتایا، شاہ زین نے شہربانو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، کچھ موسم حسین تھا اور من پسند ہم سفر کی موجودگی سفر کو اور بھی حسین کر رہی تھی۔

☆☆☆

حیدر سیٹی پر گانے کی دھن بجاتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا، انکل اسے سامنے لاؤنج میں ہی بیٹھے مل گئے تھے، وہ اس وقت شاہ زین کی طرف سے ہی واپس لوٹا تھا، اس وقت بہت خوش تھا، لاؤنج میں موجود انکل کو سلام کیا تو انہوں نے سر ہلا کر سلام کا جواب دیا، سلام کے بعد حیدر نے آگے بڑھنا چاہا لیکن انکل نے پکارنے سے اسے روک لیا، حیدر ان کے سامنے والے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا وہ جانتا تھا کہ انکل اس سے کیا سوال پوچھیں گے، لیکن حیدر کے بیٹھنے کے کافی دیر تک وہ خاموش ہی رہے تھے ایسے جیسے بولنے کے لئے الفاظ ڈھونڈ رہے ہوں۔

''شاہ زین کی طرف سے آ رہے ہو؟'' وہ کافی دیر کی خاموشی کے بعد بولے تھے۔

''جی!'' حیدر نے مختصر جواب دیا۔

''اس سے کہونا کہ واپس آ جائے۔'' وہ بے بسی سے بولے۔

''انکل ایکچوئیلی میری اس سے ابھی تک اس موضوع پر بات نہیں ہو سکی موقع ہی نہیں مل سکا۔''

''انکل شاہ زین نے شادی کر لی ہے۔'' حیدر کچھ دیر کے وقفے کے بعد بولا۔

خوشی، غم، افسوس پچھتاوا کتنے ہی تاثرات تھے جو ایک ساتھ حیدر نے ان کے چہرے پر ابھرتے دیکھے تھے۔

''کس کے ساتھ اس کے ساتھ جسے وہ پسند کرتا تھا؟''

''جی!'' حیدر نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

''کیسے؟ میرا مطلب ہے کہ......'' انکل کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیسے پوچھنا چاہتے ہیں تو اپنی بات ادھوری ہی چھوڑ دی۔

''انکل وہ جن لوگوں کے بیچ رہتا ہے وہ بہت اچھے اور پیار کرنے والے ہیں اور پھر جو جگہ خالی ہو جائے وہاں کوئی نہ کوئی دوسرا ضرور آتا ہے۔'' حیدر کی بات پر انہوں نے سر جھکا لیا۔

''مجھے اس کا ایڈریس دو میں خود اسے مل لوں گا۔'' انکل کے پوچھنے پر حیدر نے انکل کو شاہ زین کا پتہ بتا دیا۔

☆☆☆

''السلام علیکم!'' حیدر خوشگوار لہجے میں بولا۔

''وعلیکم السلام!'' شہر بانو نے کچن کی سلیب صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔

''ارے یہ کیا شاہ زین نے آتے ہی تمہیں کام پر لگا دیا۔'' حیدر کے کہنے پر شہر بانو کھلکھلا کر ہنسی۔

''ارے نہیں ایسی بات نہیں ہے میں خود ہی فارغ رہنے سے تنگ آ گئی ہوں۔''

''ہائے داوے یہ شاہ زین کدھر ہے نظر نہیں آ رہا۔'' حیدر نے پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''آفس گیا ہوا ہے۔''

''واٹ اتنی جلدی میرا تو خیال تھا کہ وہ چھٹی پر ہو گا۔'' حیدر حیرانگی سے بولا تو شہر بانو مسکرائی ہاتھ دھو کر تولیے سے صاف کیے۔

''ہاں لیکن ہمارا پلان کچھ اور ہے، چائے پیو گے؟'' شہر بانو فریج کی طرف مڑتے ہوئے بولی۔

''نہیں مینگو شیک لوں گا۔'' حیدر سلیب پر ٹک گیا جبکہ شہر بانو نے فریج سے آم نکالے۔

''شاہ زین کہہ رہا تھا کہ میں کچھ دن انتظار کر لوں پھر جب سیلری ملے گی تو ایک ہفتے کی

چھٹی لے گا پھر ہم مری چلیں گے لیکن اس سے پہلے چھوٹی سی تقریب کرنا چاہتا ہے جس میں سب محلے والوں کو انوائٹ کرنا چاہتا ہے۔''

''واؤ That,s very good۔'' حیدر نے خوشدلی سے کہا اور فریج سے دودھ کا جگ نکالا اور دودھ بلینڈر میں ڈالا، تبھی دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

''شہر بانو!'' شاہ زین شہر بانو کو پکارتا ہوا اندر داخل ہوا اور صوفے پر بیٹھ گیا، شہر بانو نے جلدی سے آموں والے ہاتھ صاف کیے اور باہر آ گئی جبکہ حیدر مسکرا دیا۔

''گڈ ایوننگ۔'' شہر بانو نے مسکرا کر کہا تو شاہ زین نے بھی جواباً مسکرا کر کہا۔

''یہ کیا دروازہ کھلا ہوا تھا جب اکیلی ہوتی ہو تو دروازہ بند رکھا کرو۔'' شاہ زین پیار بھری ناراضگی سے بولا۔

''میں اکیلی نہیں تھی۔''

''میری یاد ساتھ ساتھ تھی۔'' شاہ زین رومینٹک ہوتے ہوئے بولا اور شہر بانو کو بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا لیا۔

''آہم...... آہم۔'' حیدر نے کچن کے دروازے میں کھڑے آم کی گٹھلی چوستے ہوئے گلا صاف کیا تو شاہ زین نے مڑ کر کچن کی طرف دیکھا، حیدر نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کی جیسے کہہ رہا ہو کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا اور پھر واپس کچن میں آ گیا اور بلینڈر آن کیا، شور سارے گھر میں پھیل گیا تھا۔

''کھانا لاؤں؟'' شہر بانو نے فائل کیس تھماتے ہوئے پوچھا، شاہ زین اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

''نہیں ابھی موڈ نہیں ہے میں فریش ہو کر آتا ہوں کچھ ہلکا پھلکا کھانے کو ہے تو وہ لے آؤ۔'' شاہ زین نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی فریش ہونے چلا گیا، جب شہر بانو کچن میں واپس لوٹی تو حیدر شیک بنا چکا تھا اور اسے گلاسوں میں ڈال رہا تھا۔

''شکریہ کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر ادا کر دو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔''

''شکریہ۔'' حیدر کے کہنے پر شہر بانو نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔

''تم یہ جا کر اپنے شوہر کو Serve کرو اور جنت کماؤ تھکا ہارا لوٹا ہے۔'' حیدر نے شیک گلاس میں ڈالا تو شہر بانو مسکرا کر کچن سے باہر نکل گئی۔

☆☆☆

شاہ زین اور شہر بانو ایک ہفتے کے لئے مری ٹور پر مری چلے گئے تھے، اس نے مری جانے کا سن کر ہی شاہ زین سے بات کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا، اس کا مقصد شاہ زین کو پریشان کرنا ہر گز نہیں تھا، وہ اس کی پریشانیوں کو ختم کرنا چاہتا تھا سو ان کی واپسی کا انتظار کرے گا، انکل اور مما دن میں کتنی ہی بار آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے پوچھتے رہے تھے اور وہ نظریں چرا جاتا تھا اب تو وہ کوشش کرتا تھا کہ انکل سے اس کا سامنا کم سے کم ہو، جب سے انہیں شاہ زین کے ٹھکانے کا پتہ چلا تھا وہ اور بھی بے چین رہنے لگے تھے، انکل کی آنکھوں میں یہ شرمندگی دیکھ کر اسے شرمندگی سی ہونے لگتی اور وہ ہر بار خود سے وعدہ کرتا کہ جیسے بھی ہو وہ شاہ زین کو واپس لے ہی آئے گا، وہ شاہ زین کی ضد سے اچھی طرح واقف تھا لیکن پھر بھی یقین سا تھا کہ شاہ زین اس کی بات نہیں ٹالے گا۔

☆☆☆

ہوئے تین دن ہو چکے تھے اس کے پاس کوئی ٹھوس بہانہ بھی نہیں تھا۔

"اب تو آ گیا ہوں نا۔"

"تم بتاؤ شہر بانو کیسی ہے؟"

"اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں آب و ہوا چینج ہونے کی وجہ سے زکام اور بخار ہو گیا۔"

"او...... تو تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" حیدر پریشانی سے بولا۔

"نہیں پریشانی کی بات نہیں ہے ڈاکٹر کو چیک کروایا ہے کہہ رہا تھا موسمی تبدیلی کی وجہ سے میڈیسن لے رہی ہے۔"

"ہوں۔"

"ابھی تو بالکل اکیلی ہو گی۔"

"نہیں اکیلی تو نہیں ہے میں نے کال کی تھی ماہم بھی اس کے پاس ہے۔" شاہ زین فائل بند کرتے ہوئے بولا۔

"گڈ۔" ماہم کا سنتے ہی حیدر کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

"پاپا اور تمہاری مما کیسی ہیں؟"

"رخشندہ ناز نہیں کہو گے؟" حیدر نے شاہ زین کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو شاہ زین پھیکے سے مسکرا دیا۔

"بے وقوف تھا نفرت میں کیا ملا؟ اب تو سب کچھ بدل گیا ہے۔"

"اچھا کب تک فارغ ہو جاؤ گے آفس ٹائم تو کب کا ختم ہو چکا ہے۔"

"ہاں میں بھی بس جانے ہی والا تھا۔" شاہ زین نے فائل دراز میں رکھی اور دراز کو لاک لگایا، ریوالونگ چیئر کے پیچھے لٹکا ہوا کوٹ اتار کر پہنا تو حیدر بھی اٹھ کھڑا ہوا، شاہ زین نے آفس کے ڈرائیور کو منع کیا جو گاڑی اسٹارٹ کیے اسی کا انتظار کر رہا تھا اور حیدر کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" حیدر نے گاڑی سے نکلتے ہوئے کہا تو شاہ زین بھی گاڑی سے باہر نکلا اور حیدر کے ساتھ چلتا ہوا کافی شاپ کے اندر داخل ہوا۔

"دو کپ کافی۔" حیدر نے ویٹر کو اشارے سے بلایا اور دو کپ کافی لانے کو کہا۔

"ایسی کیا ضروری بات تھی؟"

"زین تم واپس آ جاؤ وہ گھر آج بھی تمہارا ہے۔" حیدر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد بولا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا یہ ناممکن ہے۔"

"کچھ بھی ناممکن نہیں ہے شاہ زین اس گھر میں کچھ بھی ویسا نہیں رہا جیسا تم چھوڑ کر آئے تھے، ان فیکٹ مما بھی ویسی نہیں رہی ہیں، انکل اور مما نے ہی مجھے تمہیں واپس لانے کو کہا ہے۔"

"اب کیوں کہہ رہے ہیں ایک بار مجھے اپنی نظروں سے گرایا ہے، اب کیوں پلکوں پر بٹھانا چاہتے ہیں، بڑی مشکل سے میں نے ان کے بغیر جینا سیکھا ہے لیکن سیکھ لیا ہے، اب بار بار ذلیل ہونے کی سکت نہیں ہے مجھ میں۔"

"شکریہ۔" حیدر نے کافی سرو کرتے ویٹر سے کہا، ویٹر کافی سرو کرنے کے بعد جا چکا تھا۔

"بلڈ پریشر کا پہلے ہی انکل کو مسئلہ تھا اب ان کی شوگر بھی اکثر ہائی رہتی ہے اور تم بھی جانتے ہو کہ یہ سب تمہارے جانے کی وجہ سے ہے۔"

حیدر کے کہنے پر شاہ زین چپ ہی رہا لیکن اس کے چہرے کی اضطرابی کیفیت حیدر سے چھپی نہیں رہی تھی۔

"تم اندر سے خوش نہیں ہو۔"

"میں خوش ہوں۔" شاہ زین نے خوش ہوں پر زور دیا۔

"تم خود کو یہ باور کروانے کی کوشش کر رہے ہو کہ تم خوش ہو۔" حیدر تلخ حقیقت اس کے سامنے رکھی تو وہ نظریں چرا گیا، دونوں کے درمیان گہری خاموشی چھا گئی، شاہ زین اپنے دل کو یہی سمجھاتا رہا کہ وہ خوش ہے اور حیدر اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات پڑھنے کی آدھی ادھوری کوشش کرتا رہا۔

"زین تم نے جنگ ہاری نہیں ہے جیت لی ہے واپس چلو مما اور انکل تمہارا انتظار کر رہے ہیں وہ دونوں جھک گئے ہیں تم بھی ضد چھوڑ دو۔"

"حیدر تم بھی اسے میری ضد ہی سمجھتے ہو؟" شاہ زین دکھ سے بولا اسے افسوس ہوا تھا کہ حیدر بھی اس کے بارے میں ایسا سوچتا تھا جیسا سب سوچتے ہیں۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے لیکن وہ باپ ہیں کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔" حیدر نے دلیل دی۔

"کاش کہ وہ باپ بن کر کہتے، اگر وہ باپ بن کر کہتے تو میں اف تک نہیں کرتا۔"

"اُف تو میں نے اب بھی نہیں کی بس خاموشی سے گھر چھوڑ دیا۔" ضبط کی وجہ سے اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں، یہ ذکر جب بھی آتا اس کے جسم میں سوئیاں سی چبھنے لگتی تھیں، اپنے باپ کے کہے گئے نفرت اور حقارت بھرے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگتے تھے۔

"زین ایک بات بتاؤ کیا میں تمہیں کبھی یاد نہیں آیا، صبح ناشتہ کرتے ہوئے جم جاتے ہوئے واک کرتے ہوئے کچھ بھی نیا کرتے ہوئے۔" حیدر نے شاہ زین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں تو بہت کرتا تھا۔" حیدر نے اعتراف کیا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو پچھلے ڈیڑھ سال میں ایسا کوئی دن نہیں گزرا جس دن میں نے تمہیں اور پاپا کو یاد نہیں کیا ہو۔"

"رخشندہ ناز کو نہیں کرتے کیا؟" حیدر کے پوچھنے کا انداز ایسا تھا کہ شاہ زین نظریں چرا گیا، اس کی آنکھوں میں لکھی تحریر بہت واضح تھی۔

"کیا تم مما کو معاف نہیں کر سکتے؟" حیدر بے بسی سے بولا۔

"حیدر تم کیسی باتیں کرتے ہو انہوں نے میرے ساتھ ساتھ کچھ غلط نہیں کیا اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو شاید یہی کرتا اور پھر میں نے کون سا ان کی عزت بڑھائی ہے، اگر پاپا نے یا تمہاری مما نے مجھے نفرت میں کچھ کہا تو میں نے بھی تو ہمیشہ نفرت سے ہی بات کی تھی تو پھر بھلا میں اس قابل کہاں کہ کسی کو معاف کر سکوں میں تو بہت چھوٹا ہوں معافی دینے کا کہہ کر مجھے اپنی ہی نظروں میں مزید چھوٹا نہ کرو۔"

"پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ تم سب کے بغیر خوش ہو، تم اکیلی شہر بانو کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتے، شہر بانو انکل کی کمی کو پورا نہیں کر سکتی، شہر بانو میرا نعم البدل تو نہیں ہو سکتی نا، کیا ایسا ہے؟"

"جانتا ہوں کہ یہ کمیاں جو میرے اندر رہ گئی ہیں شاید اب کبھی بھی پوری نہ ہوں لیکن اب مجھے یہ کمیاں راس آ گئی ہیں میں خوش رہنے کی کوشش ضرور کرتا ہوں اس گھر کے ایک ایک کونے میں میرے خواب سجے ہیں میں شہر بانو کے ساتھ ایک مکمل زندگی گزارنے کی کوشش ضرور کرتا ہوں میں واپس کبھی بھی اس گھر میں لوٹ کر نہیں جا سکتا۔"

"زین تم آنے والے کل کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، لیکن اس گھر سے نکلتے ہوئے

میں نے قسم کھائی تھی کہ آئندہ کبھی پلٹ کر نہیں دیکھوں گا۔" شاہ زین کے کہنے پر حیدر ایک بار پھر خاموش ہو گیا، چند اور لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"زین ایک بات پوچھوں؟" حیدر سوچنے کے بعد بولا۔

"پوچھو۔" شاہ زین مختصر بولا۔

"کھاؤ میری قسم سچ کہو گے۔" حیدر شاہ زین کا ہاتھ اپنے سر پر رکھتے ہوئے بولا۔

"حیدر یہ کیا حرکت ہے؟" شاہ زین نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا لیکن حیدر نے ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

"تمہاری قسم سچ کہوں گا۔" شاہ زین بے بسی سے بولا۔

"اس شام جب تم سیڑھیوں سے گرے تھے تمہاری مما سے کس بات پر لڑائی ہوئی تھی۔"

"کیا کرو گے سچ جان کر کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"

"تم قسم دے چکے ہو۔" حیدر نے اسے یاد کروایا۔

"لیکن تم بھی ایک وعدہ کرو، میری بات مانو گے۔"

"پرامس۔" حیدر نے شاہ زین کو عہد دیا تو شاہ زین نے اس شام کی ساری بات سچ سچ حیدر کو بتا دی، ساری حقیقت جاننے کے بعد حیدر کے چہرے کا رنگ ایسے زرد ہو گیا تھا جیسے رگوں میں خون کی بجائے زردی گردش کرنے لگی ہو، وہ سخت صدمے سے دوچار تھا۔

"میں نے کہا تھا نا کہ کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" شاہ زین حیدر کے بدلتے رنگ کو دیکھ کر دکھ سے بولا اور پانی کا گلاس حیدر کی طرف بڑھایا، وہ حیدر کو اسی کرب سے دور رکھنا چاہتا تھا لیکن آج حیدر نے اسے بے بس کر دیا تھا۔

"کاش کہ شاہ زین کہے میں نے غلط کیا ہے۔" حیدر نے پانی پینا چاہا لیکن ایک گھونٹ بھی حلق سے نیچے نہیں اتار سکا تھا۔

"میں نے پہلے تمہیں اس لئے نہیں بتایا تھا کہ مجھے ڈر تھا کہیں تم Abread جانے سے انکار نہ کر دو، لیکن تم ہائر سٹڈیز کے لئے ضرور جاؤ گے اور تم مجھے یہ وعدہ دے چکے ہو، میں تمہیں زندگی میں بہت کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں، میرے بھی خواب پورے ہوں گے اور انہیں تم پورا کرو گے۔" شاہ زین نے اسے اس کا وعدہ یاد کروایا، حیدر خاموشی سے اٹھ کر کافی شاپ سے باہر نکل گیا، شاہ زین نے حیدر کی پشت کو دیکھا اور پھر خود بھی مرے مرے قدم اٹھاتا باہر چلا گیا، حیدر نے گیٹ سامنے گاڑی روکی اور ابھی تک خاموش تھا اس نے شاہ زین کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔

"اندر نہیں آؤ گے؟" شاہ زین نے ہی اسے مخاطب کیا۔

"نہیں۔"

"بابا کا خیال رکھنا۔" شاہ زین نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور نکلنے سے پہلے بولا حیدر نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم نے میرے دل کا بوجھ ہلکا نہیں کیا بلکہ اسے اور بڑھا دیا ہے۔" حیدر نے شاہ زین کی طرف دیکھتے ہوئے دکھ سے کہا اور پھر سامنے دیکھنے لگا، حیدر کچھ دیر حیدر کو دیکھتا رہا پھر خاموشی سے گاڑی سے اتر گیا، شاہ زین کے اترنے کے بعد حیدر گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھا لے گیا۔

☆☆☆

شام کا وقت تھا، سورج ڈوب رہا تھا اور پرندے واپس اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ رہے تھے، لیکن کمرے کے اندر گہرا اندھیرا تھا، حیدر نیچے کارپٹ پر لیٹا سونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا، وہ دایاں بازو آنکھوں پر رکھے ہوئے بالکل سیدھا لیٹا ہوا تھا۔

پچھلے دو دنوں سے طبیعت کچھ زیادہ ہی بوجھل تھی، اس کا کسی سے بھی بات کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا، شاہ زین نے اس سے ملنے کی رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے اسے بھی قسم کا کوئی جواب نہیں دیا تھا، جبھی دروازہ کھلنے کی آواز آئی، حیدر نے آنکھوں سے بازو نہیں ہٹایا تھا۔

"حیدر!" رخشندہ ناز کمرے میں داخل ہوئیں اور لائٹس آن کیں، کمرہ یکدم روشن ہو گیا، کمرے کی ہر چیز ترتیب سے رکھی ہوئی تھی۔

"حیدر یہاں نیچے کیوں سوئے ہو؟" رخشندہ ناز حیدر کو نیچے لیٹا دیکھ کر بولیں، حیدر کا جی چاہا کہ ان سے کہے یہاں سے چلی جائیں لیکن اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔

"پتہ نہیں اتنا لاپرواہ کب سے ہو گیا ہے یہ کوئی وقت ہے سونے کا۔" رخشندہ ناز نے کہتے ہوئے کھڑکی کے پردے ہٹا دیئے، آسمان پر شام کی سرخی پھیلی ہوئی تھی، کھڑکی اور دروازہ بند ہونے کی وجہ سے کمرے میں حبس ہو رہی تھی، اے سی بھی بند تھا۔

"حیدر بیٹا نیچے کیوں سو رہے ہو، اٹھو طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" رخشندہ ناز نے کھڑکی کے شیشے کھولے اور پنکھا آن کرنے لگیں۔

"فکر نہ کریں مرا نہیں ہوں۔" حیدر یونہی لیٹے لیٹے بولا تو رخشندہ ناز کا ہاتھ یونہی سوئچ کے اوپر ایک لمحے کے لئے جم سا گیا۔

"حیدر بیٹا کیا ہوا؟" رخشندہ ناز حیدر کی طرف مڑیں اور اسے بازو سے ہلا کر اٹھانے کی کوشش کی۔

"یہاں نیچے کیوں سوئے ہوئے ہو اوپر بیڈ پر لیٹو۔" رخشندہ ناز پریشانی سے بولیں۔

"سویا نہیں تھا سونے کی کوشش کر رہا تھا۔" حیدر نے آنکھوں سے بازو ہٹایا اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھیں۔

"آپ کو شاید علم نہیں مجھے اوپر بیڈ پر نیند نہیں آتی یہیں نیچے سوتا ہوں اور جب سے شاہ زین اس گھر سے گیا ہے یہاں بھی نہیں آتی۔" رخشندہ ناز کو ایک لمحے کو لگا جیسے کسی نے ان کی جان نکال لی ہو، حیدر کا اتنا اجنبی لہجہ آج سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، جب وہ رخشندہ ناز سے بہت زیادہ ناراض ہوتا تھا تب بھی اتنے اجنبی لہجے میں بات نہیں کرتا تھا، حیدر نے اٹھ کر باہر جانا چاہا لیکن رخشندہ ناز نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا۔

"ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟"

"اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھے اپنی اوقات میں رہ کر سکون ملتا ہے، آپ کے اس محل کے نے آرام دہ بستر پر مجھے نیند نہیں آتی جب اس پر لیٹتا ہوں تو مجھے اس میں سے سازشوں کی بو آنے لگتی ہے، ایسے لگتا ہے کہ کسی کا حق مار رہا ہوں، آپ جو یہ سب میرے لئے کرتی رہی ہیں نا آپ کا بہت بہت شکریہ، اس کی وجہ سے میرے دن رات مسلسل عذاب میں کٹتے ہیں، میں خود کو اپنی، انکل اور شاہ زین کی نظروں میں مجرم محسوس کرتا ہوں، ایسا مجرم جس کی کوئی معافی نہ ہو اور جو اپنی سزا بھی خود ہی تجویز کرے میں انکل سے نظریں

ملا کر بات نہیں کر سکتا۔" ایک لاوا تھا جو اس کے اندر سے ابل ابل کر باہر آ رہا تھا۔

"مما کیا تھا اگر آپ شادی نہ کرتیں ہم تھوڑا کھا لیتے لیکن سکون سے رہتے۔"

"لیکن نہیں دوسری شادی کرنا آپ کا حق تھا۔" حیدر نے خود ہی اپنی تردید کی۔

"لیکن اگر شادی کر ہی لی تھی تو شاہ زین کو بھی بیٹا مان لیتیں آپ اس کو دل سے بیٹا مانتیں تو وہ آپ کو بیٹا بن کر دکھا دیتا، ہمارا بھی ایک ہنستا مسکراتا گھر ہوتا آپ نے شاہ زین کے اندر کے خوبصورت انسان کو نہیں دیکھا میں نے دیکھا ہے۔"

"جانتی نہیں جب میں شروع شروع میں اس گھر میں آیا تھا تو خود کو بہت Insrcure فیل کرتا تھا مجھے لگتا تھا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے میرا وہی ہے جہاں میں پاپا اور آپ مل کر رہتے تھے، مجھے لگتا تھا کہ انکل اور شاہ زین مجھے اپنے گھر سے نکال دیں گے، مما نے بھی شادی کر لی ہے پاپا کی بھی ڈیتھ ہو گئی ہے میں کدھر جاؤں گا۔" کہتے کہتے حیدر کی آواز رندھ گئی، اس نے لمبی سانس لے کر آنسو گلے میں اتار لیے، وہ بول رہا تھا اور وہ گم صم اس کی باتیں سن رہی تھیں، حیدر کی باتوں نے تو جیسے ان کی قوت گوئی ہی چھین لی تھی۔

"بہت ڈرتا تھا اور روتا بھی بہت تھا پھر میں نے اپنے اس Fear کو Overcome کرنے کے لئے شاہ زین کے قریب جانے کی کوشش کی، اس سے دوستی کرنا چاہی اور پھر جب میری اس سے دوستی ہو گئی تو جانتی ہیں مما میں نے کیا دیکھا؟"

"میں نے دیکھا کہ شاہ زین خود کو مجھ سے بھی زیادہ Insecure فیل کرتا تھا۔" حیدر تلخی سے مسکرایا اور آنکھیں رگڑ ڈالیں جو برسنے کو تیار تھیں، وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے بھی بہت سے Complexes کا شکار تھا، اسے اپنے پاپا کے دور ہونے کا ڈر تھا، اسے بھی گھر سے نکالے جانے کا خوف تھا، اپنے اسی خوف کو ختم کرنے کے لئے وہ سب کو باور کرواتا تھا کہ یہ گھر اس کا ہے، مما وہ بہت اچھا انسان ہے اس سے یہ سب چھیننے کے لئے آپ کو اتنی پلاننگ اور اتنی محنت کی ضرورت نہیں تھی، وہ پیار کی زبان بہت جلدی سمجھ جاتا ہے۔"

"وہ میری کوئی بات نہیں ٹالتا لیکن وہ میرے کہنے کے باوجود بھی نہیں لوٹا، اس کو آپ کی پھیلائی ہوئی نفرت نے مار دیا ہے، اب ایک ناکردہ جرم کی آگ میں میں جل رہا ہوں اور جلتا رہوں گا۔"

"نن......نن......نہیں......حیدر۔" رخشندہ ناز نے حیدر کو چپ کروانا اور کچھ اور کہنا چاہا لیکن آواز نے ہی ساتھ نہیں دیا، لب ہی محض ہل سکے تھے۔

"آپ کو جس بات کا خوف تھا نہ کہ اگر سب کچھ شاہ زین کو مل گیا تو وہ مجھے کچھ نہیں دے گا، وہ ایسا کچھ نہیں کرنے والا تھا، اسے دوستی اور دشمنی میں فرق کرنا آتا ہے، اس نے مجھے اس رات کی لڑائی کے بارے میں جب وہ سیڑھیوں سے گرا تھا سب کچھ بتا دیا ہے وہ تو شاید کبھی بھی نہیں بتاتا اگر میں اسے اپنی قسم نہ دیتا اس نے اس کے باوجود بھی تو یہ وعدہ لے کر میں ہائر اسٹڈیز کے لئے ضرور جاؤں گا، وہ زندگی میں مجھے کامیاب دیکھنا چاہتا ہے، وہ اپنے خواب مجھ میں پورے ہوتے دیکھنا چاہتا ہے، کیونکہ وہ مجھے بھائی کہتا ہے اپنا دوست مانتا ہے کیونکہ وہ مجھے

سے محبت کرتا ہے، مما وہ ڈبل فیس نہیں ہے اس نے نفرت کی تو کھلم کھلا کی، اس کی محبت بھی اس کی طرح خالص ہے۔"

"اس کو انکل کی نفرت نے مار دیا اور مجھے اس کی محبت نے مار دیا۔" حیدر نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا، رخشندہ ناز نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے حیدر کو باہر جاتے دیکھا، حیدر جو بھی کہہ کر گیا تھا سچ ہی تو تھا، وہ وہیں نیچے فرش پر بیٹھ گئیں، آنسو غیر محسوس انداز میں ان کے گالوں پر بہنے لگے تھے، حیدر انہیں ان کا جرم تو بتا گیا تھا، وہ جرم جس کے بارے میں وہ جانتی تھیں کہ ان سے سرزد ہوا ہے اور سزا کا انتظار کر رہی تھیں لیکن حیدر نے نہ تو سزا دی اور نہ ہی معاف کیا تھا اور اگر جرم بتایا بھی تو سزا ان پر چھوڑ گیا تھا کہ اپنی سزا خود تجویز کریں اور اپنی سزا خود تجویز کرتے ہوئے انہیں ہر سزا بہت چھوٹی اور جرم بہت بڑا لگ رہا تھا، وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں، جھولی میں ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔

☆☆☆

کیسے ماہم کے خیال نے اس کے دل میں جگہ بنائی اسے خبر ہی نہ ہوئی اسے تو صرف اتنا معلوم تھا کہ اسے دیکھنا اس سے ملنے کی خواہش کرنا اس کا انتظار کرنا اس کے بارے میں سوچنا اسے اچھا لگتا تھا، رفتہ رفتہ کیسے یہ سوچ بدلی اور اسے اپنی زندگی میں ماہم کی کمی شدت سے محسوس ہونے لگی، اسے پتہ ہی نہیں چلا تھا اور وہ اسے پانے کی خواہش کرنے لگا تھا، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کسی اور کی امانت ہے اور بہت جلد کسی کی زندگی میں بخوشی شامل ہونے والی ہے، ماہم کی یہی خوشی ہمیشہ اس کی خواہش کا گلہ گھونٹ دیتی یک طرفہ محبت ہمیشہ اذیت ہی دیتی ہے، جیسے جیسے طیب اور ماہم کی شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے دل کی بے چینی بڑھتی ہی جا رہی تھی پہلے پہل تو وہ طیب کے نام پر ماہم کے چہرے پر کھلنے والے رنگوں سے حسد محسوس کرتا تھا، لیکن اب تو ماہم کو نہ پانے کا دکھ اس رقابت کے حسد سے کہیں زیادہ تھا، شہربانو کہتی۔

"حیدر آج رات کا کھانا ہمارے ساتھ کھانا۔" تو وہ مکمل طور پر بھول جاتا، انکل کی دوائیاں لانا بھی بھول جاتا، گھر سے جم جانے کے لئے نکلتا جب ادھوری خواہش کا ماتم کر کے واپس لوٹتا تو خود کو نہر کے ویران کنارے پر کھڑا پاتا، دل و دماغ کو مصروف رکھنے کے ارادے سے اگر شاپنگ کے لئے نکلتا تو مال پر یونہی گھوم پھر کر واپس آ جاتا ظالم سوچیں تب بھی ساتھ ہی رہتیں، زندگی جیسے ایک انسان کی محبت تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہو اور وہ اپنے دکھ میں جیسے قید ہو گیا ہو۔

وقت کو بھی جیسے پر لگ گئے تھے، ہر گزرتا دن اس کی بے چینی میں اضافہ ہی کرتا تھا، شاہ زین کی طرف جاتا تو دیوار کے پار شادی کا ہلا گلا ہوتا، ماہم شہربانو کو اپنی شادی کی تیاریاں خوشی سے دکھاتی اور وہ یونہی بے چین واپس لوٹ آتا۔

"حیدر بیٹا کیا ہوا؟" مما اسے گم صم حالت میں دیکھ کر پوچھتیں۔

"کچھ بھی تو نہیں ہوا۔" وہ کھویا کھویا سا جواب دیتا اور مما کے سامنے سے ہٹ جاتا، یونہی بے مقصد اِدھر اُدھر گھومتا رہتا، مہندی کی رات وہ شاہ زین کی طرف نہیں گیا تھا، شاہ زین اور شہربانو کو یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ طبیعت خراب ہے، لیکن طیب کو کیسے ٹالتا جو اس کے کسی بھی بہانے کو نہیں

مان رہا تھا۔

"اگر تم آج نہیں آئے تو میں سمجھوں گا کہ تمہارا دوستی کا دعویٰ جھوٹا تھا۔" انسان ہمیشہ اپنے اردگرد مختلف قسم کے رشتوں کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے، اسے بھی مجبور ہو کر چاروناچار آنا ہی پڑا تھا، رنگ خوشیاں قہقہے مکمل اور بھرپور منظر تھا، سب بہت خوش تھے۔

"پھر دیکھا شاہ زین بلا ہی لیا نا حیدر کو اگر آج تم نے آتے تو میں زندگی بھر تم سے بات نہیں کرتا۔" طیب فاتحانہ انداز میں مسکرایا تو حیدر نے ہاری ہوئی پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکا لیا۔

"طیب بیٹا ذرا ادھر آنا۔" پروفیسر صاحب اور طاہرہ آنٹی برآمدے میں سیڑھیوں کے پاس کھڑے اسے بلا رہے تھے تو طیب ان سے معذرت کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا، سارے گھر کو کسی دلہن کی طرح سجایا گیا تھا، مہندی کی تقریب کا انتظام گھر کے وسیع صحن میں ہی کیا گیا تھا، جبکہ برات اور ولیمے کی تقریب کے لئے ہال بک کروایا گیا تھا، طیب مہندی کے جوڑے میں ملبوس گلے میں میرون اور پیلا دوپٹہ پہنے سب سے مسکرا مسکرا کر مل رہا تھا اور مبارکباد وصول کر رہا تھا، حیدر نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں، شاید وہ بھی کہیں کسی سے بات کرتی ہوئی نظر آ جائے لیکن وہ کہیں نہیں تھی، حیدر خاموشی سے ایک کونے میں رکھی کرسی پر بیٹھ گیا، جب وہ اسے مہندی کے پیلے جوڑے میں ملبوس اپنی دوستوں کے ہمراہ کمرے سے نکلتی دیکھائی دی، سرخ چمکدار دوپٹے کے نیچے جسے اردگرد سے دوستوں نے پکڑ رکھا تھا اور وہ درمیان میں کسی مہارانی کی طرح موجود تھی، چہرے پر دلفریب مسکراہٹ لئے بڑی نزاکت سے پھولوں کے بنے خاص رستے پر چلتی ہوئی سٹیج کی طرف آ رہی تھی، ایک دم اسے لگا جیسے سب کچھ پس پردہ چلا گیا ہو، صرف وہی ایک مسکراتا ہوا چہرہ ہو، آنکھوں کی جیسے پیاس بجھ گئی ہو، دل میں جو بے چینی سی تھی اسے سکون مل گیا تھا، وہ مہوش مسکراتی ہوئی طیب کے پہلو میں جا بیٹھی تھی حیدر نے اپنی آنکھیں بند کر لی اور اپنے نادان دل کو حقیقت سمجھانے لگا، اسے یہ بتانے کی کوشش کرنے لگا کہ وہ اب کبھی بھی اس کی نہیں ہو سکے گی۔

"ارے میاں یہاں اکیلے کیوں بیٹھے ہو، اٹھو رسم میں حصہ لو۔" جب اس نے آنکھیں کھولیں تو منظر بالکل ویسا ہی مسکراتا خوشیوں بھرا تھا، وہ کتنے ہی لمحے اس کے عکس کو اپنی آنکھوں میں قید کرنے کی کوشش کرتا رہا، ہوش تب آیا جب رشید چاچا کی آواز سنائی دی۔

"جی میں بس آ رہا ہوں۔" حیدر نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی، لب محض پھیلے ہی تھے، دوسروں کے لئے مسکرانا بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن وہ کوشش کر رہا تھا، کچھ دوسروں کے لئے بھی مسکرا رہا تھا اور کچھ اپنے اندر اٹھتی درد کی ٹیسوں کو چھپانے کی بھی کوشش کر رہا، رشید چاچا اپنی ہی دھن میں آگے بڑھ گئے، آج تو وہ بھی بہت خوش دکھائی دے رہے تھے، حیدر نے سٹیج کی طرف دیکھا شاہ زین اور شہربانو بھی سٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے، شہربانو نے ہلکے فیروزی رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا جس کے گلے پر براؤن کمبینیشن سے کڑھائی کی گئی تھی، جبکہ دوپٹے پر دونوں رنگ موجود تھے، بالوں کی چٹیا بنا کر اسے سفید چمکدار موتیوں سے آراستہ کیا ہوا تھا، چٹیا کندھے کے ایک طرف تھی اور موتیوں کی چمک

اسے مزید دلکش بنا رہی تھی، جبکہ شاہ زین براؤن کلر کا کرتا زیب تن کیے ہوا تھا، طیب نے شاید کوئی شوخ فقرہ ماہم سے کہا تھا جو شرم کی لالی اس کے چہرے پر بکھر گئی تھی، جبکہ شہربانو نے مسکراتے ہوئے کیک کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کیک کا ٹکڑا پہلے ماہم اور پھر طیب کے منہ میں ڈالا۔

"تھینک یو بھابھی۔" طیب مسکرایا۔

مہندی لگانے کے بعد شاہ زین نے رسم پوری کی، وہ اب دونوں سے مسکرا کر باتیں کر رہے تھے، پروفیسر صاحب اور طاہرہ آنٹی ایک طرف کھڑے فراز احمد (ماہم کے والد) سے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے، سٹیج پر ہی ایک طرف رکھی کرسی پر بیٹھا عادل اپنے دوست کامران سے گپیں لگا رہا تھا، کتنا بھرپور منظر تھا کسی نے نوٹس نہیں کیا تھا کہ حیدر موجود نہیں ہے، کسی نے اس کی کمی کو محسوس نہیں کیا تھا، حیدر خاموشی سے اٹھ کر وہاں سے چلا آیا، شاہ زین نے اسے وہاں سے جاتے دیکھا۔

☆☆☆

حیدر نے بغیر آواز کے گیٹ کھولا، گاڑی شاہ زین کی طرف ہی کھڑی تھی، گیراج کی لائٹس آن تھیں، وہ کچھ دیر تنہا صرف اور صرف اپنی محرومیوں کے ساتھ رہنا چاہتا تھا، وہ لان میں بینچ پر آ کر بیٹھ گیا، اس ایک شخص کے نا ملنے سے جو کمی پیدا ہوئی تھی اس ایک کمی کی وجہ سے باقی سارے Coplexs بھی اس پر حاوی ہونے لگے تھے، اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے، آج وہ خود کو بہت کمزور محسوس کر رہا تھا، جذبوں میں شدت زیادہ تھی جبکہ اس کی مزاحمت بہت تھوڑی اور کمزور تھی، کتنی ہی گھڑیاں یونہی بے آواز روتے ہوئے بیت گئیں تھیں، اچانک سے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا، اس نے مڑ کر دیکھا شاہ زین اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

"حیدر تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" شاہ زین نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں۔" حیدر سے بامشکل بولا گیا تھا۔

"حیدر کیا ہوا تم رو رہے ہو؟" شاہ زین نے اس کے گلے میں نمی محسوس کر لی تھی۔

"نن......نن......نہیں تو۔" حیدر نے منہ موڑ کر اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

"تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو؟" شاہ زین نے حیدر کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا۔

"ادھر بیٹھو۔" شاہ زین نے حیدر کو بازو سے پکڑ کر بینچ پر بٹھایا اور پھر خود بھی بیٹھ گیا۔

"مجھے نہیں بتاؤ گے۔" شاہ زین پورے حق اور مان کے ساتھ بولا تو حیدر اس سے لپٹ گیا، پہلی بار وہ اتنا بے اختیار ہوا تھا، کتنے ہی پل وہ یونہی بے آواز روتا رہا تھا، شہربانو گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو لان میں حیدر اور شاہ زین کو دیکھ کر وہیں رک گئی۔

"ہاں اب بتاؤ کیا ہوا ہے؟" کافی دیر کے بعد جب حیدر اس سے الگ ہوا تو شاہ زین نے پوچھا۔

"زین محبت اتنی بے اختیار کیوں ہوتی ہے؟ جو قسمت میں نہ ہو آنکھیں اس کے خواب ہی کیوں دیکھتی ہیں؟ ایسا کیوں ہوتا ہے۔" حیدر بے بسی سے بولا تو شاہ زین نے بے ساختہ اسے خود سے لپٹا لیا۔

اسے ماہم سے حیدر کا گریز پھر بار بار اس کے ذکر پر چونکنا باتوں باتوں میں اس کا ذکر چھیڑ دینا سب کچھ یاد آ رہا تھا، شاہ زین نے مضبوطی

سے حیدر کا ہاتھ تھام لیا۔

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"پہلے بتاتا تو تم کیا کر لیتے؟ کیا تم کچھ کر سکتے تھے؟" شاہ زین نے حیدر کی طرف دیکھا، اتنی بڑی بات اس نے دل میں چھپا رکھی تھی اور پھر سر جھکا لیا، وہ واقعی ہی کچھ نہیں کر سکتا تھا، ماہم اور طیب بخوشی ایک دوسرے کی زندگی میں شامل ہو رہے تھے، وہ طیب کو صرف دوست کہتا ہی نہیں بلکہ دل سے مانتا تھا، ایک طرف طیب کی خوشیاں تھیں تو دوسری طرف حیدر کی یکطرفہ خاموش محبت۔

"کم آن یار تم پریشان کیوں ہوتے ہو محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔" حیدر نے شاہ زین کو پریشان دیکھا تو زبردستی مسکرانے کی کوشش کی، دیوار کے پار میوزک کا والیوم تیز کر دیا گیا تھا، شہربانو نے اپنے بہتے ہوئے آنسو پونچھے، اس کی کلاس میں حیدر واحد لڑکا تھا جس کے بارے میں پروفیسر کہتے تھے۔

"تمہاری قوت ارادی بہت زیادہ ہے تم عملی زندگی میں بہت کامیاب ہو گے۔" کلاس کے جتنے بھی مشکل پروجیکٹس ہوا کرتے تھے حیدر انہیں سب سے پہلے اور بہت آسانی سے کر لیا کرتا تھا، مضبوط نظر آنے والا حیدر اس کی سوچ سے بھی زیادہ مضبوط تھا، محبت کے اتنے بڑے دکھ کو خاموشی سے جھیل گیا تھا اور اب شاہ زین کو کہہ رہا تھا۔

"کم آن یار محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔" اتنا بڑا ظرف حیدر کا ہی ہو سکتا تھا، شہربانو کا دل چاہا کہ کہیں سے بھی حیدر کے لئے خوشیاں مانگ لائے، لیکن بے بس سے اندر کی طرف قدم بڑھا دیئے، کچھ بھی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا اور خوشیاں تو بالکل بھی نہیں، انسان بس وقت کی کشتی میں زندگی کا سفر طے کرتا رہتا ہے اور پیش آنے والے حادثات و واقعات کو جھیلتا ہوا سفر کو جاری رکھتا ہے، اس سفر کا کوئی ساحل نہیں ہوتا جہاں کشتی ڈوبی زندگی کے سفر کا بھی اختتام ہو گیا۔

"حیدر تم اتنے اچھے کیوں ہو اتنی اچھائی انسان کو زیادہ دکھ دیتی ہے۔" شاہ زین حیدر کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

☆☆☆

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ لان میں بے مقصد اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا، عصر کا وقت تھا وہ منتشر سوچوں کے ساتھ غیر ارادی طور پر اپنے ہاتھ میں پکڑا پتہ مسل رہا تھا، جب ملازم نے پیچھے سے پکارا۔

"صاحب جی!"

"ہاں۔" حیدر واپس مڑا۔

"آپ کا فون کب سے بج رہا ہے۔" ملازم نے بجتا ہوا فون حیدر کی طرف بڑھایا، حیدر نے موبائل پکڑ کر دیکھا، سکرین پر شاہ زین کا نام جگمگا رہا تھا۔

"ہیلو۔" حیدر نے کال ریسو کی۔

"بدتمیز انسان کدھر تھے تم پچھلے آدھے گھنٹے سے کال کر رہا ہوں کوئی جواب ہی نہیں۔" شاہ زین بولا۔

"ہاں...... میں...... وہ......" حیدر کو سمجھ نہیں آیا کیا کہے۔

"ایک خوشخبری ہے۔"

"خوشخبری؟"

"ہاں تم چچا بننے والے ہو۔" شاہ زین نے پرجوش ہو کر بتایا تھا، وہ کتنا خوش تھا یہ اس کے لہجے سے بھی عیاں تھا۔

"سچ کہہ رہے ہو نا۔" حیدر بے یقینی سے بولا۔

"شہربانو کی قسم سچ کہہ رہا ہوں۔" شاہ زین نے یقین دلایا۔

"مم...... مم...... میں بس ابھی آیا۔" خوشی کی وجہ سے حیدر کے منہ سے لفظ بھی بامشکل ادا ہوئے تھے، حیدر سامنے کھڑے ملازم کے گلے لگ گیا۔

"غلام نبی آئی ایم سو ہیپی، سو ہیپی۔" حیدر نے ملازم کو گول چکر دیا اور اندر کی طرف گاڑی کی چابیاں لینے چلا گیا، جبکہ غلام نبی نے حیرت سے اسے اندر جاتے دیکھا، تھوڑی ہی دیر میں حیدر شاہ زین کی طرف پہنچ گیا تھا، شہربانو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی جبکہ طاہرہ آنٹی اس کے پاس ہی بینچ پر بیٹھی ہوئی تھیں، جبکہ شاہ زین بھی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"ہو...... ہو۔" شاہ زین حیدر کو دیکھ کر ہوٹنگ کرتا ہوا اس کے گلے لگ گیا، دونوں طاہرہ آنٹی اور شہربانو کی موجودگی سے یکسر بے خبر اور لاپرواہ ایک دوسرے کے گلے لگے ایک دوسرے کو چکر دے رہے تھے اور اچھل بھی رہے تھے، طاہرہ آنٹی اور شہربانو نے ہنستے ہوئے دونوں کی دیوانگی کو دیکھا جو خوشی سے پاگل ہوئے جا رہے تھے، دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور ہنستے ہوئے ایک بار ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔

"اچھا بیٹا اب میں چلتی ہوں تم شہربانو کی صحت کا بہت خیال رکھنا اور بیٹی تم خود بھی بہت خیال رکھنا۔" طاہرہ آنٹی ناصحانہ انداز میں بولیں تو شہربانو نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا، آج تو مسکراہٹ کا انداز ہی انوکھا تھا خوشیوں کے کتنے ہی رنگ اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔

"اور ہاں یاد سے صدقہ دے دو خوشیوں کو نظر نہیں لگتی۔" یاد آنے طاہرہ آنٹی واپس مڑتے ہوئے شاہ زین سے بولیں تو شاہ زین نے جی کہتے ہوئے ہاں میں سر ہلا دیا تو طاہرہ آنٹی کمرے سے باہر نکل گئیں، شاہ زین انہیں دروازے تک چھوڑ کر آیا اور واپس آ کر سب سے پہلے والٹ سے صدقے کے لئے پیسے الگ کیے۔

"شہربانو بہت بہت مبارک ہو۔" حیدر کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"تھینک یو۔" شہربانو مسکرا دی، شاہ زین بھی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"تم نے انکل آنی کو بتایا؟"

"نہیں ابھی تو نہیں بتایا۔" حیدر کے پوچھنے پر شہربانو نے بتایا۔

"تم نے طاہرہ آنٹی کی بات سنی نا کہ تمہیں اپنی صحت کا خاص خیال رکھنا ہے لہٰذا تم آج کے بعد گھر کا کام بالکل بھی نہیں کرو گی میں نسرین سے کہہ دوں گا وہ صفائیاں کر دیا کرے گی، برتن بھی دھو جایا کرے گی، کھانے کی تم فکر نہ کرو میں بہت اچھی کوکنگ کر لیتا ہوں، آج کے بعد اپنا اور تمہارا کھانا میں خود بنایا کروں گا۔" شاہ زین ناصحانہ انداز میں بول رہا تھا۔

"اتنے تو کام ہی نہیں ہوتے اور تم کھانا کیسے بناؤ گے آفس سے تھکے ہارے لوٹو گے تو کیا کھانا بناؤ گے میں کام کر سکتی ہوں۔"

"میں کوشش ضرور کر لوں گا اگر نہ ہو سکا تو کک کا ارینج کر لوں گا، تمہیں ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں تم مکمل آرام کرو گی۔"

"میں سارا دن فارغ کیسے بیٹھو گی۔"

"بیٹھنا تو پڑے گا یہ ضروری ہے۔"

"بلکہ آج شام کا کھانا میں اور شاہ زین مل کر بنائیں گے۔" حیدر نے تجویز دی تو شاہ زین نے متفق ہوتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تو شہر بانو مسکرادی، دل ہی دل میں اس نے اپنی خوشیوں کے لئے ڈھیروں ڈھیر دعائیں مانگ ڈالیں تھیں، ان خوشیوں کے دل ہی دل میں صدقے اتارے تھے۔

"باتیں تو ہوتی رہیں گی پہلے منہ تو میٹھا کر لوں۔" حیدر میز پر پلیٹ میں رکھی مٹھائی کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

☆☆☆

"میری ایک بات تو تم سن لو بیٹا ہو یا بیٹی نام رکھنے کا حق صرف چچا کو حاصل ہے۔" حیدر کھیرا کاٹتے ہوئے بولا۔

"تم سے کس نے کہا کہ یہ حق صرف چچا کو حاصل ہے بابا خود نام تجویز کریں گے۔" شاہ زین نے چاول بھگو کر ایک طرف رکھے اور پھر پیاز چھیلنے لگا۔

"میں کہہ رہا ہوں ناں۔" حیدر نے کھیرے کا قتلہ منہ میں رکھا۔

"اور ہاں تم دونوں اپنے دل سے یہ خواہش تو بالکل ہی نکال دو کہ نام تم دونوں رکھو گے اپنے شہزادے یا شہزادی کا نام چاچو خود رکھیں گے۔" حیدر رعب ڈالتے ہوئے بولا۔

"اپنی یہ خواہش پوری کر لینا۔" شاہ زین پیاز کاٹتے ہوئے مسکرا کر بولا اور آنسو پونچھے اور پھر کٹی ہوئی پیاز کو دیگچی میں ڈال کر گھی ڈالا اور چولہے پر رکھ دیا۔

"میں تم سے پوچھ نہیں رہا تمہیں بتا رہا ہوں۔" حیدر نے فریج سے گوشت کا پیکٹ نکال کر شاہ زین کو پکڑایا۔

"ویسے زین میں سوچ رہا ہوں کہ بے بی جب بولنا سیکھے گا تو سب سے پہلے کس کا نام بلائے گا۔" حیدر وہیں فریج کے پاس کھڑا بولا۔

"ظاہری سی بات ہے کہ سب سے پہلے اپنے بابا کا نام بلائے گا پلیز یہ مت کہہ دینا کہ چاچو بلائے گا۔"

"ہو بھی سکتا ہے۔" حیدر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور فریج سے دودھ نکالا۔

"جی نہیں وہ نہ تو بابا کا نام بلائے گا اور نہ ہی چاچو کہے گا وہ سب سے پہلے اپنی مما کا نام لے گا۔" شہر بانو کچن کے دروازے میں کھڑی بولی، تو دونوں نے مڑ کر شہر بانو کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا دیئے۔

"اوہو تم یہاں کیوں آئی ہو بہت گرمی ہے یہاں تم لاؤنج میں جا کر بیٹھو۔"

"ارے بابا کچھ نہیں ہوگا۔"

"شاہ زین ٹھیک کہہ رہا ہے، تم چلو ہم بھی وہیں آتے ہیں تھوڑی دیر تک۔" حیدر نے کیبن سے دیگچی نکالی اور اس میں دودھ ڈال کر چولہے پر رکھا۔

"ویسے تم دونوں کو کنگ کرتے ہوئے بہت سگھڑ اور سلیقہ شعار لگ رہے ہو۔" شہر بانو جاتے جاتے بولی۔

"شکریہ ویسے تم نے یہ تعریف کی ہے یا طنز۔" شاہ زین پیچھے سے بولا۔

"کی تو تعریف ہے، تم جو سمجھ لو۔" شہر بانو جواباً بولی اور لاؤنج میں صوفے پر آ کر بیٹھ گئی اور ٹی وی آن کر لیا، شہر بانو بظاہر تو ٹی وی دیکھ رہی تھی لیکن اس کا سارا دھیان کچن میں کام کرتے حیدر اور شاہ زین کی طرف تھا، جو کام کے ساتھ ساتھ

مسلسل آنے والے ننھے مہمان کی باتیں کر رہے تھے، کبھی اس کی شکل کا اندازہ لگاتے کہ کس جیسی ہوگی تو کبھی بڑا ہو کر کیا بنے گا۔

"بزنس میں ڈاکٹر، ایتھلیٹ، آرٹسٹ۔" شہر بانو کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی، کچن سے پلاؤ کی زبردست قسم کی خوشبو آ رہی، شہر بانو نے دل ہی دل میں شاہ زین کو سراہا، جبھی اسے لاؤنج کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی اس نے صوفے پر بیٹھے بیٹھے مڑ کر دیکھا تو پھر جیسے واپس دیکھنا بھول گئی ہو، دروازے پر حسن علی اور رخشندہ ناز کھڑے تھے۔

"آپ؟" شہر بانو غیر یقینی لہجے میں بولی اور پھر قریب جا کر سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!" رخشندہ ناز نے سلام کا جواب دیا جبکہ حسن علی نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے سلام کا جواب دیا۔

سامنے کھڑی یہ معصوم سی لڑکی ان کے بیٹے کی پسند تھی، ان کا پچھتاوا کچھ اور بڑھ گیا کہ کاش وہ اس کی بات مان لیتے تو اس کا مان بھی رہ جاتا۔

"آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں آیئے نا اندر۔" شہر بانو کے کہنے پر حسن علی اور رخشندہ ناز لاؤنج میں ہی صوفے پر آ کر بیٹھ گئے۔

"شہر بانو آج تم میری لذیذہ کھیر کھانا قسم سے بہت ٹیسٹی لگ رہی ہے۔" حیدر کھیر میں چمچ ہلاتے ہوئے با آواز بلند لاؤنج میں بیٹھی شہر بانو سے بولا۔

"تھوڑی شوخیاں مارو طریقہ تو سارا میں نے تمہیں بتایا تھا۔"

"لو بھلا اس میں طریقے کی کیا بات ہوئی طریقہ تو کھیر کے ڈبے پر لکھا تھا۔"

"یہ بھی تو میں نے ہی بتایا تھا کہ طریقہ اوپر ہی لکھا ہوا ہے تمہارا کیا کمال ہوا۔" شاہ زین نے پلاؤ کا دم کھولا جبکہ حیدر نے کھیر باؤل میں ڈالی، کام کرتے ہوئے ان کی نوک جھونک جاری تھی۔

"شہر بانو آج تم ہمارے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھاؤ گی تو انگلیاں چاٹ......" شاہ زین چاولوں والا چمچ پکڑے کچن کے دروازے میں آیا تو سامنے لاؤنج میں دیکھ کر فقرہ ادھورا ہی رہ گیا۔

"اف پیچھے ہٹو بہت گرمی لگ رہی ہے پنکھے کے نیچے جانے دو۔" حیدر کھیر گارنش کرنے کے بعد مڑا تو وہ بھی جیسے کچھ لمحوں کے لئے پتھر کا ہو گیا ہو، شاہ زین واپس کچن میں آ گیا، اچانک سے اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں، اس نے چمچ کچن کے درمیان میں رکھے میز پر رکھ دیا، حیدر نے مڑ کر شاہ زین کی طرف دیکھا، وہ شاہ زین کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا، اس لئے اندازہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ شاہ زین کیا محسوس کر رہا ہے لیکن اتنا ضرور اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ جو بھی محسوس کر رہا ہے اچھا ہرگز نہیں ہے، حیدر لاؤنج میں آ گیا۔

"السلام علیکم!" حیدر نے ہلکے سے اجتماعی سلام کیا اور ایک طرف رکھے صوفے پر بیٹھ گیا، وہ بھی غیر یقینی صورتحال سے دوچار تھا، انکل حسن کا تو اسے اندازہ تھا کہ وہ شاہ زین کی ناراضگی کو دور کرنے کے لئے آنے کا ارادہ رکھتے ہیں، لیکن مما کا ساتھ آنا اس کے لئے انوکھی بات تھی، شہر بانو اٹھ کر کچن میں چلی آئی، شاہ زین اسی طرح میز کے پاس کھڑا تھا، شہر بانو نے اس سے کچھ بھی کہے بغیر حسن علی اور رخشندہ ناز کو سرو کرنے کے لئے فریج سے کولڈ ڈرنکس نکالیں۔

"Be brave۔" شہر بانو نے شاہ زین کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھا اور پھر ایک لمحہ

رک کر شاہ زین سے کہا اور باہر نکل آئی، شاہ زین نے آنکھوں میں آئے آنسو صاف کیے اور خود کو مضبوط کرتا ہوا لاؤنج میں آ گیا۔

"السلام علیکم!" شاہ زین نے اپنی آواز کو نارمل رکھنے کی پوری کوشش کی تھی، وہ حیدر کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا، کچھ دیر کے لئے لاؤنج میں مکمل خاموشی چھا گئی تھی، کسی کو بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے، سبھی ایک دوسرے سے نظریں چرائے بیٹھے تھے۔

"میں جانتا ہوں کہ میں بہت برا ہوں لیکن شاہ زین بیٹا مجھے ایک بار معاف کر دو اور واپس چلو۔" شاہ زین نے پاپا کی جھکی ہوئی نظریں دیکھیں تو اپنی گردن جھکا لی، دل میں درد کی ٹیسیں اٹھی۔

"اس میں حسن کا کوئی قصور نہیں ہے آج تک جو بھی ہوا ہے سب میری وجہ سے ہوا ہے تم جو چاہو سزا دو مم...... مم...... میں وہ گھر ہی چھوڑ دوں گی وہ گھر تمہارا ہے تمہارا ہی رہے گا۔" رخشندہ ناز کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، شاہ زین نے رخشندہ ناز کے چہرے پر بہتے آنسوؤں کو دیکھا وہ تو کبھی نہیں روئی تھیں، ہمیشہ ایک غرور سے ان کی گردن تنی رہتی تھی، چلتی تھیں تو ایسے جیسے دنیا ان کے سامنے بہت چھوٹی ہو، وہ آج شاہ زین سے معافی مانگ رہی تھیں۔

"کیوں؟ اب کیوں؟" شاہ زین کے اندر ایسے بہت سے سوال ابھر رہے تھے۔

"آپ دونوں مجھ سے کیوں معافی مانگ رہے ہیں میری ذات اتنی بڑی نہیں کہ معاف کرنے کی مجاز ہو، آپ نے کیا کیا ہے، کچھ بھی تو ہیں کیا، مجھے میرا مقام بتایا تھا اگر میں آپ کی نظروں میں اپنا مقام دیکھ کر شرمندہ ہوا تھا تو یہ آپ کا نہیں میرا فالٹ تھا بہت برا ہوں میں جو سب کو تنگ کیا۔" اس نے پاپا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اسے پاپا کا شرمندہ سا چہرہ کمزور سا لہجہ بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا، اس نے ہمیشہ سے پاپا کو تنی ہوئی گردن کے ساتھ دیکھا تھا، ان کی باتوں میں ایک رعب ہوا کرتا تھا جو سامنے والا اپنے دل پر محسوس کرتا تھا، وہ پاپا کو ان کی اسی شان میں پسند کرتا تھا۔

"اور آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا یہی کرتا، آپ معافی کیوں مانگ رہی ہیں خوش رہیں میں نے پہلے ہی زندگی کے بہت سے سال ضائع کر دیئے۔" اس نے گلے میں آئی نمی کو اندر اتارا اور رخشندہ ناز سے مخاطب ہوا۔

"آپ کی بنائی ہوئی بڑی دنیا میں میرا وجود بہت چھوٹا تھا، لیکن میرے اس چھوٹے سے آنگن میں میری بہت اہمیت ہے، آپ کو میری کمی کیوں محسوس ہونے لگی، میرے لوٹ آنے سے کیا ہوگا اچھا نہیں ہے آپ کے گھر میں بھی سکون ہوگا ہر وقت لڑتا جھگڑتا جو رہتا تھا۔" شاہ زین تلخی سے ہنسا اور آنکھیں رگڑیں جو آنسوؤں سے بھری تھیں۔

"میرا مقصد آپ کو مزید شرمندہ کرنا نہیں ہے میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں بہت چھوٹا ہوں سزا جزا کا حق میرے پاس نہیں ہے اور پھر آپ دونوں تو بڑے ہیں ایسا کہہ کر مجھے شرمندہ کر رہے ہیں، اگر ہو سکے تو میری غلطیوں کو معاف کر دیں۔"

"جب بچوں سے غلطی ہوتی ہے تو بڑے معافی دینے نہ دینے کے مجاز ہوتے ہیں لیکن اگر بڑوں سے غلطی ہو جائے تو وہ کس سے معافی مانگیں؟" پاپا کے پوچھنے پر شاہ زین نے ایک بار پھر نظریں جھکا لیں، دل چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے اور کہے پلیز پاپا ایسا مت کہیں مجھے تکلیف ہو رہی ہے، لیکن پچھلے ڈیڑھ سال میں اس نے اپنے درد چھپانے بھی سیکھ لئے تھے۔

"شاہ زین پلیز ایک بار معاف کر دو یا سزا دے دو لیکن واپس لوٹ چلو ورنہ میں زندگی میں کبھی کسی سے نظریں نہیں ملا سکوں گی، میرا ضمیر مجھے ہر وقت ملامت کرتا رہتا ہے کہ میں نے کسی کا حق مارا ہے میں اس گناہ کے بوجھ کے ساتھ جینا نہیں چاہتی، ایسے جینا بہت مشکل ہے، تمہیں تمہاری ماں کا واسطہ ایک ماں کو اپنے بیٹے کی نظروں سے سرخرو کر دو۔" رخشندہ ناز شاہ زین کے قدموں میں آ بیٹھیں اور گڑگڑائیں، حیدر نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔

"کیا کر رہی ہیں آپ، پلیز آپ ایسا مت کریں۔" شاہ زین بوکھلا سا گیا، اس نے جلدی سے رخشندہ ناز کو کندھوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا، حیدر وہاں سے اٹھ گیا، شاہ زین نے پچھلے صحن کی طرف جاتے حیدر کو دیکھا۔

"اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ کے دل کو سکون میرے معاف کرنے سے مل سکتا ہے تو میں نے آپ کو صاف کیا، لیکن میں اس گھر میں واپس لوٹ کر نہیں جا سکتا۔" شاہ زین کہنے کے بعد وہاں رکا نہیں تھا، جبکہ پاپا اپنے آنسو پونچھتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئے۔

"سدا خوش رہو۔" رخشندہ ناز نے ایک طرف خاموشی سے کھڑی شہر بانو سے کہا اور اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے، لاؤنج میں صرف شہر بانو رہ گئی تھی، شاہ زین پچھلے صحن میں گیا تو حیدر ستون کے ساتھ کھڑا اپنے آنسو پونچھ رہا تھا۔

”زین اگر حقیقی خوشیاں چند قدم کے فاصلے پر ہوں تو انسان کو اپنا ظرف بڑا کر کے انہیں حاصل کر لینا چاہیے۔“ حیدر نے سرخ ہوتی آنکھوں سے شاہ زین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پینٹ کی جیب سے گاڑی کی چابی نکالتا ہوا وہاں سے چلا گیا، جبکہ شاہ زین وہیں ستون کے پاس سیڑھیوں پہ بیٹھ کر بے آواز رونے لگا، شہربانو اس کے برابر سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

”شہری ایک بات بتاؤ کیا میں بہت برا ہوں؟“ شاہ زین نے نم لہجے میں شہربانو سے پوچھا۔

”نہیں تم تو بہت اچھے ہو۔“ اس لمحے وہ شہربانو کو ایک معصوم بچے جیسا لگا جسے اپنی معصومیت کا خود ہی اندازہ نہ ہو، شہربانو کے کہنے پر اس نے شہربانو کے کندھے پر سر رکھ دیا اور سسکیوں کے ساتھ رونے لگا۔

”دوست بن کر ایک مشورہ دوں۔“ شہربانو نے اپنی نم آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا اور اپنا بازو شاہ زین کے کندھے کے گرد پھیلا لیا۔

☆☆☆

اس نے بے دلی سے پیکنگ کی اور سوٹ کیس کو ایک طرف رکھ کر یونہی سر جھکا کر بیٹھ گیا، فلائٹ کا ٹائم ہونے والا تھا، نیچے مما اور انکل اس کا انتظار کر رہے تھے اور اسے نیچے جانے کا مرحلہ انتہائی مشکل لگ رہا تھا، شاہ زین نے اس سے وعدہ لے کر اسے پابند کر دیا تھا، اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے، اس نے اپنی آنکھیں خشک کیں، پاسپورٹ اور باقی کاغذات چیک کئے اور فریش ہونے چلا گیا، اس نے بلیک پینٹ پر ڈارک پنک کی شرٹ پہنی تھی، بیڈ پر رکھی ٹائی لگائی اور پرفیوم کا چھڑکاؤ کیا۔

”اگر ماہم ہوتی تو......“ ایک سوچ اس کے ذہن میں آ بھٹکی اور دل ایک بار پھر مچلنے لگا، کچھ دیر خود کو یونہی آئینے میں دیکھتا رہا اور پھر اپنے دل و دماغ کو ڈانٹا اور خود کو محبت کے سحر سے آزاد کرتا ہوا الماری کی طرف مڑا اور کوٹ نکالا اور پہن لیا، وہ کسی اداس شہزادے کی مانند لگ رہا تھا جس کا کسی نے قیمتی سامان لوٹ کر اسے کسی ویرانے میں چھوڑ دیا ہو، اس کی تیاری مکمل تھی لیکن نیچے جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی، وہ کھڑکی کے پاس آ گیا اور کھڑکی کھول کر چند لمبی سانسیں خارج کیں اور اپنی سابقہ زندگی پر ایک نظر دوڑائی۔

زندگی انوکھے واقعات و حادثات کا دوسرا نام ہے، ہر واقعہ ہر حادثہ زندگی کا نیا روپ اوڑھے ہوتا ہے، پاپا کی وفات کے بعد زندگی نے ایک نیا موڑ لیا، وہ خود کو بہت اکیلا محسوس کرنے لگا تھا، پھر مما نے دوسری شادی کر لی تو زندگی سے اور بھی حوف آنے لگا، لیکن پھر زندگی نے اسے شاہ زین جیسا پکا اور سچا دوست دیا، ان کی دوستی پر شاہ زین اور مما کی آپس کی لڑائی نے بھی کوئی اثر نہیں کیا، بہت مشکل وقت بھی آیا لیکن دوستی کا یہ رشتہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا، جس دن شاہ زین نے اسے شہربانو کے لئے اپنی پسندیدگی کے بارے میں بتایا تو وہ دن اس کی زندگی کے چند بہت اچھے دنوں میں سے ایک تھا پھر شاہ زین کے چلے جانے کے بعد اسے ایک بار پھر زندگی سے بوریت اور بے چینی ہونے لگی، وہ سارے کام کرتا لیکن بے دلی سے، اس نے

شاہ زین کو ڈھونڈنے میں اپنی ساری کوشش کیں اور بہت سی باتیں بھی سہی، پھر جب لوگوں نے اس کے اور شہربانو کے دوستی جیسے پاکیزہ رشتے پر کیچڑ اچھالا اسے غلط رنگ دیا تب اسے لگا کہ زندگی بہت ہی بری ہے اسے سب سے نفرت ہونے لگی، اس کا دل چاہا کہ ساری دنیا کو جلا کر راکھ کر دے، ان لوگوں کی وجہ سے اس نے اپنی اتنی اچھی دوست کو کھو دیا تھا، یہ زندگی کا بہت ہی کربناک موڑ تھا۔

پھر ایک دن شاہ زین دوبارہ اسے مل گیا، اس کی زندگی ایک بار پھر کھل سی اٹھی، اس دوران بہت سے مشکل مرحلے بھی آئے لیکن وہ پھر سے مسکرانے کی دل سے جینے کی کوشش کرنے لگا لیکن انکل حسن کی بڑھتی ہوئی بے چینی اور مما کی شرمندگی بھری آنکھیں اسے بہت بے چین رکھتیں، پھر ایک دن اس نے ماہم کو دیکھا تو جیسے زندگی سے بھی پیار ہو گیا ہو، زندگی کا سب سے خوبصورت موڑ، ایک بہت ہی انوکھا احساس اندر جاگا تھا، آنکھیں دن رات اسی کے سپنے دیکھتیں، زندگی پھولوں کا ایک گلشن لگنے لگی، بہت ہی خوشگوار اور بہت ہی پیاری بالکل اس خوبصورت چہرے کی طرح، لیکن جلد ہی اس کا خواب ٹوٹ گیا، اس کے خواب کی عمر بھی ایک پھول جتنی تھی، بہت جلد خواب کی پتیاں ہوا میں اِدھر اُدھر بکھر گئیں اور وہ ایک بار پھر خالی ہاتھ رہ گیا، زندگی میں اگر کچھ بھی نہ رہے تو پھر بھی اسے جینا ہی ہوتا ہے، وہ بھی اپنے جینے کا کچھ سامان کرنے لگا، اپنی کھوئی ہوئی خوشیاں ڈھونڈنے کے لئے شاہ زین کو واپس لانے کی کوشش کی تو شاہ زین کے سچ اور وعدے نے جیسے اسے اندر سے ہلا کر رکھ دیا، زندگی کے اس مقام پر اس نے خود پر بھی اعتماد کھو دیا تھا، اس موڑ پر اس نے خود کو بہت بے بس اور لاچار محسوس کیا تھا، زندگی میں آگے ابھی کیا تھا زندگی کے کتنے موڑ کتنے رنگ ابھی باقی تھے وہ نہیں جانتا تھا۔

”زندگی اب نجانے مجھے کس موڑ پر لے کر جانے والی ہے۔“ اس نے نیلے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے خود کلامی کی۔

”اب زیادہ اداس ہونے کی ضرورت نہیں جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔“ پیچھے سے اسے شاہ زین کی جلدی میں آواز سنائی دی۔

”ہاں بس آ رہا......“ وہ غیر ارادی طور پر جواباً بولا لیکن اس کا فقرہ ادھورا ہی رہ گیا، اس نے حیرانگی سے مڑ کر دیکھا دروازے میں کوئی بھی نہیں تھا، لیکن ابھی اس نے شاہ زین کی ہی آواز سنی تھی، یہ اس کی سماعتوں کا دھوکہ نہیں ہو سکتا، وہ تقریباً بھاگتا ہوا باہر سیڑھیوں تک آیا اور سیڑھیاں اترنے لگا، نیچے سامنے Sitting room میں رخشندہ ناز اور شہربانو ڈبل صوفے پر بیٹھیں ہوئی تھیں، جبکہ انکل اور شاہ زین سنگل صوفوں پر بیٹھے ہوئے کسی بات پر ہنس رہے تھے، شہربانو اور رخشندہ ناز کے لبوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ تھی، حیدر نے حیران نظروں سے نیچے جمی محفل کو دیکھا، شاہ زین اسے دیکھ کر مسکرایا، حیدر نے اپنی آنکھیں رگڑیں اور پھر قدرے پھیلا کر دیکھا کہ کہیں یہ خواب نہ ہو۔

”اب جلدی کرو دیر ہو رہی ہے۔“ شاہ زین نیچے سے بولا تو حیدر خوشی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا واپس کمرے میں آ گیا، اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور نیچے آ گیا، لیکن سب کے چہروں

پر بلا کی سنجیدگی تھی۔

”یہ گھر تمہارا نہیں ہے۔“ شاہ زین سنجیدگی سے بغیر کسی تاثر کے بولا تو حیدر کے چہرے کا رنگ بھی بدلا۔

”یہ گھر میرا بھی نہیں ہے یہ گھر ہم سب کا ہے اور ہم سب مل کر رہیں گے۔“ شاہ زین نے مسکرا کر کہا تو حیدر کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔

”اپنا بہت بہت زیادہ خیال رکھنا۔“ رخشندہ ناز حیدر کے گلے ملیں اور ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔

”پڑھنے جا رہے ہو تو پڑھائی جم کر کرنا۔“ انکل نے گلے ملتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیا، شاہ زین نے اس کا سوٹ کیس اٹھالیا اور وہ شاہ زین اور شہر بانو کے ساتھ چلتا ہوا باہر گیراج تک آیا۔

”اب جلدی جلدی پڑھ کر واپس آنا میں کسی ماہم جیسی لڑکی کو اپنی دیورانی بنانا چاہتی ہوں۔“ شاہ زین نے سامان رکھا اور گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا۔

”او...... ہوں، ماہم نہیں تو ماہم جیسی بھی کوئی نہیں اور ماہم جیسی تو کبھی مت ڈھونڈنا ورنہ میں ماہم کو کبھی نہیں بھول سکوں گا اور تمہاری دیورانی کے ساتھ انصاف بھی نہیں کر سکوں گا، اگر میرے لئے کوئی لڑکی ڈھونڈنی ہے تو اپنے جیسی ڈھونڈنا۔“ کہتے کہتے وہ آخر میں مسکرایا تو شاہ زین اور شہر بانو بھی مسکرا دیئے۔

”چلو اب دیر ہو رہی ہے۔“ شاہ زین نے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، تو حیدر شہر بانو کو اللہ حافظ کہتا ہوا شاہ زین کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا تو شاہ زین نے گاڑی اسٹارٹ کی، چوکیدار نے مستعدی سے گیٹ کھول دیا، شاہ زین گاڑی کو گیٹ سے باہر لے گیا۔

”تھینک یو! شاہ زین تم نے میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔“

”حقیقی خوشیاں اگر چند قدم کے فاصلے پر ہوں تو انسان کو اپنا ظرف بڑا کر کے انہیں حاصل کر لینا چاہیے۔“ شاہ زین نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا تو حیدر مسکرا دیا۔

”تمہیں ڈراپ کرنے کے بعد ابھی مجھے مولوی صاحب سے بھی ملنا ہے۔“

”کیوں؟“

”قسم توڑی ہے اب کفارہ بھی تو ادا کرنا ہے نا۔“ شاہ زین کے کہنے پر حیدر نے شاہ زین کے کندھے پر مکا مارا تو شاہ زین ہنس دیا، حیدر کو اپنے اندر ڈھیروں ڈھیر اطمینان اترتا محسوس ہوا، شاہ زین کو بھی بہت عرصے بعد اپنی ہنسی خالص لگی تھی، جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہیں تھی، سامنے زندگی مسکرا کر ان کا انتظار کر رہی تھی، انہوں نے خوشگوار زندگی کی طرف پہلا قدم بڑھا دیا تھا۔

☆☆☆